رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

دین کی نصرت کے لئے اک آسمان پر شور ہے | عسىٰ أن يبعثك ربك مقاماً محموداً | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دُنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دُنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

یہ اخبار ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے

جلد ۴ | ۱۸ نومبر ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۲۲ محرم ۱۳۳۵ ہجری | نمبر ۳۷-۳۸

فہرست مضامین

Digtized by Khilafat Library

مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

الحمد للہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بخیر و عافیت ہیں۔ روزانہ درس قرآن کریم ہوتا ہے۔

مکرمی جناب منشی فرزند علی صاحب فیروزپوری کا مکان تعمیر ہو رہا ہے۔ منشی صاحب موصوف مکان کے مبارک اور بابرکت ہونے کے لئے احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں جنگ کی وجہ سے انہیں رخصت نہیں ملی۔ اور محض اللہ تعالےٰ کے فضل کے بھروسہ پر انہوں نے عدم موجودگی میں کام شروع کرا دیا ہے۔ احباب خاص طور پر دعا فرماویں

اطلاع } یہ پرچہ بعض آتی مشکلات کی وجہ سے ڈبل شایع کیا جاتا ہے۔ احباب دعا فرمائیں

اخبار احمدیہ

منذر خواب فضل ہے

ایک صاحب کا خط حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پیش ہوا۔ کہ مجھکو متوحش خوابیں آتی ہیں۔ جس سے میں بہت پریشان ہوں۔ اسکے جواب میں جو کچھ سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی نے اس معنت کو اپنے دست مبارک سے لکھا۔ وہ یہ ہے:۔

"آپ دُعا میں برابر لگے رہیں۔ میں بھی انشاء اللہ دُعا کرونگا متوحش خوابوں سے نا اُمید نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اور دُعا میں مشغول ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ جو کسی صدمہ سے پہلے اطلاع دیتا ہے۔ تو اسی لئے کہ اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ پس متوحش خواب کا آنا بھی درحقیقت ایک فضل ہے"

سہارنپور میں جلسہ وعظ

جناب مولوی عبد العزیز صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ سہارنپور تحریر فرماتے ہیں:۔

۱۵ اکتوبر کو بابو فتح علیشاہ صاحب احمدی نے اپنے محلہ میں رات کو وعظ کرانے کے لئے سامان کیا۔ سہارنپور میں یہ پہلا موقعہ ہے جو احمدیوں کو میسر ہوا۔ ہم کو بابو محمد شفیع صاحب کلرک دفتر ڈی۔ ٹی۔ ایس کا شکرگذار ہونا چاہیئے۔ جنہوں نے تمام سامان اپنی طرف سے بڑی انبساط خاطر سے سرانجام کیا۔ اور نیز اہل محلہ کا بھی شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جنہوں نے باوجود مخالفین کی مخالفت کے نہایت اطمینان اور خاموشی سے جلسہ کے اختتام تک مجلس وعظ کی رونق افزائی کی۔ بعد نماز عشاء کے بابو فتح علی شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں فضائل اسلام کو بیان کیا۔ اور مختلف دلائل سے حاضرین کے ذہن نشین کر دیا۔ کہ اگر دُنیا میں کوئی زندہ مذہب ہے۔ تو وہ اسلام ہی ہے۔ اور دیگر مذاہب بالکل مُردہ ہیں تقریر دلچسپ تھی۔ خاتمہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے

سنا کر لوگوں کو محظوظ کیا گیا۔ اس کے بعد اس عاجز کی باری آئی۔ اور مَیں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد اور شرائط بیعت اور جو تلقین اور تعلیم آپ نے مبائعین کو فرمائی ہے۔ اچھی طرح کھول کھول کر سنائی۔ جو لوگ اس جلسہ میں شامل ہونے سے لوگوں کو روکتے تھے۔ ان کو اچھی طرح باور کرا دیا گیا۔ کہ حقیقت میں وہ خود دشمن اسلام ہیں اور بے سوچے سمجھے دوسروں کو الزام دیتے ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے سامعین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور بہت سے ظنون فاسدہ جو لوگوں نے پھیلا رکھے تھے۔ دلوں سے دُور ہو گئے۔ اور معلوم ہوا۔ کہ ان لوگوں کا ارادہ ہے کہ پھر بھی اپنے محلہ میں کبھی مجلس وعظ کرائیں۔ احباب سے امید ہے۔ کہ ہماری دعاؤں سے امداد فرماتے رہیں گے۔ کہ خداوند تعالےٰ امن و امان سے اسلام کی اشاعت اس نواح میں اپنے عاجز بندوں سے کراتا ہے۔ اور لوگوں کے دلوں سے اوہام باطلہ کو دُور کرے۔ میاں اللہ دین صاحب فلاسفر بھی آجکل سہارنپور اور نواح میں خدمت تبلیغ میں مصروف ہیں ✣

مولانا غلام رسول صاحب راجیکی لاہور میں

جناب مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اپنے وطن سے لاہور تشریف لے آئے ہیں اور خدا کے فضل سے تبلیغ حق و ارشاد و ہدایت میں مصروف ہیں آپکی صحت خدا کے فضل و کرم سے پہلے کی نسبت اچھی حالت میں ہے ✣

نماز جنازہ

چودہری مولا بخش صاحب بھٹی سیالکوٹی جو ایک عرصہ سے بیمار تھے ۱۶ نومبر جمعرات و جمعہ کی درمیانی رات کو وقت ۱۰ بجے فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون - مرحوم بڑے مخلص اور سلسلہ کی اشاعت کے لئے سچے سینہ میں بیتاب دل رکھنے والے تھے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ آپ نے صرف کثیر سے "منارة المسیح" کا کتبہ بنوا کر بھیجا تھا۔ جو منارة المسیح پر لگ چکا ہے۔ اور آپکی یادگار کے طور پر ہمیشہ کے لئے موجود رہیگا۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تعالےٰ مرحوم کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ہمیں اس حادثہ میں آپکے خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔ احباب کو چاہئے کہ مرحوم بھائی کا جنازہ غائب پڑھیں اور دعائے مغفرت کریں ✣

ہندوستان کی خبریں

مولوی سیّد عبد السلام صاحب چل بسے

مولوی نذیر حسین دہلوی کے نبیرہ مولوی عبد السلام صاحب مرض فالج میں مبتلا ہو کر اس جہان سے گذر گئے۔

جماعت احمدیہ کے ساتھ مباہلہ کے متعلق علماء دہلی کی معیت میں سب سے پیش پیش یہی مولوی صاحب تھے۔ اور ان سے خط و کتابت ہو رہی تھی۔ لیکن خدا نے فیصلہ کر دیا۔ کہ جماعت احمدیہ حق پر ہے ✣

ابو الکلام آزاد کی نظربندی۔

گورنمنٹ بہار و اڑیسہ نے بذریعہ کمیونگ اعلان کیا ہے کہ اسے معتبر ذریعہ سے خبر پہنچی ہے۔ کہ ابو الکلام آزاد سابق ایڈیٹر الہلال شہنشاہ معظم کے دشمنوں سے غدارانہ خط و کتابت رکھتے ہیں۔ پس بموجب دفعہ ۳۔ ایکٹ حفاظت ہندان کی نقل و حرکت اور خط و کتابت پر پابندیاں عائد کر دی گئیں ✣

مسٹر تلک کی اپیل کا فیصلہ

ججان ہائیکورٹ بمبئی مسٹر جسٹس بیچلیر اور مسٹر جسٹس شاہ نے ۱۵ نومبر کو مسٹر تلک کی اپیل کا فیصلہ سنا دیا۔ اور مجسٹریٹ پونہ کا حکم جس کی رُو سے مسٹر تلک سے ۲۰ ہزار کا مچلکہ اور دس دس ہزار کی دو ضمانتیں لی گئی تھیں۔ رد کر دیا۔ ججان مذکور نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے۔ کہ مسٹر تلک کی تقاریر تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۲۴ کی ذیل میں نہیں آتی ہیں ✣

لاہور میں آلات ہوائی

عنقریب سرکاری آلات کو لاہور چھاؤنی کے پریڈ کے میدان میں اُڑایا جائے گا۔ اور لوگوں کو ان کے دیکھنے کا موقعہ دیا جائیگا ✣

حسرت موہانی الہ آباد آ گئے ✣

حسرت موہانی صاحب کو للت پور سے الہ آباد سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا ہے ✣

ہز ایکسیلنسی کمانڈر انچیف شملہ میں

ہز ایکسیلنسی کمانڈر انچیف افواج ہند جمعرات کی دوپہر کو شملہ میں تشریف فرما ہوئے ✣

سرحدی ڈاکو دو عورتوں کو لے گئے۔

موضع سرور خیل واقعہ علاقہ عیسےٰ خیل ضلع میانوالی میں ایک دو دن کا عرصہ ہوا کہ آٹھ یا نو ڈاکوؤں نے ڈاکہ ڈالا۔ اور دو عورتوں کو اُٹھا کر لے گئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ڈاکو سرحد کو عبور کر کے قبائل کے علاقہ میں آ گئے تھے ✣

حضور وائسرائے فتحپور سیکری میں

حضور وائسرائے بمعہ لیڈی چیمسفورڈ مع ۸۔ نومبر کو فتحپور سیکری میں تشریف لے گئے۔ صوبجات متحدہ کے لاٹ صاحب سر جیمز مسٹن بھی حضور کے ہمراہ تھے ✣

ہوشیارپور میں امسال کوئی تعزیہ نہیں بنایا گیا

ہمعصر ٹریبون کا ایک نامہ نگار ہوشیارپور سے رقمطراز ہے کہ امسال محرم میں کوئی تعزیہ نہیں بنا۔ شان و شوکت نمایش اور خرچ وغیرہ کے متعلق ہوشیارپور لکھنؤ سے دوسرے درجہ پر شمار کیا جاتا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ علمائے اہل سنت اپنے بھائیوں کو اس ناجائز فعل سے بذریعہ وعظ و نصیحت باز رکھنے میں کامیاب ہوئے ہیں ✣

زیورات کے لالچ میں ایک لڑکے کا قتل

میرٹھ میں ایک شخص نے ایک لڑکے کو جان سے مار ڈالا اور اس کا زیور تقریباً بیس روپے کا ہو گا۔ لیکر مفرور ہو گیا۔ سشن جج میرٹھ نے اس کے لئے بعبور دریائے شور کا حکم صادر فرمایا۔ ہائیکورٹ میں اسکی اپیل بھی ہوئی۔ مگر پہلا فیصلہ بحال رہا ✣

جرمنی قیدی ہندوستان میں

ہندوستان میں ۴۵ سال سے زیادہ عمر والے جرمنی قیدیوں کی تعداد ۲۰۰ ہے ✣

عیسائی مشن کی سرگرمی

دہلی کے گرد و نواح میں عیسائی مشن ہندوؤں کی ادنےٰ جماعتوں کو نہایت سرگرمی سے عیسائی بنا رہی ہے۔ جیبال پور موضع میں ۱۲ گھر اور خان پور میں قریب ۴۰ گھر چماروں کے عیسائی ہو گئے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دار الامان ۔ ۔ نومبر ۱۹۱۶ء

سالانہ جلسہ کی تیاری

خدا کے فضل اور رحم کے ماتحت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے عہد سعادت مہد میں تیسرا سالانہ جلسہ آرہا ہے۔ مبارک ہوں گے وہ اصحاب جو اس میں شمولیت حاصل کر کے اپنے ایمان اور ایقان کو بڑھائینگے ۔ اور اپنی آنکھوں کو "دیار محبوب" کے لذت آفرین نظاروں سے بہرہ اندوز کرینگے ۔

اس میں تو کلام ہی نہیں ۔ کہ ہر ایک احمدی دل و جان سے اس بات کا متمنی ہے ۔ کہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ جلسہ سالانہ بڑی شان و شوکت اور خاص رونق و زینت کے ساتھ "ارض حرم" پر جلوہ افروز ہو ۔ لیکن یہ آرزو اسی وقت بر آسکتی ہے ۔ جبکہ ہر ایک احمدی اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق تیاری جلسہ میں سعی اور کوشش سے کام لے ۔ اسوقت تک جسقدر بھی جلسے ہو چکے ہیں ۔ وہ محض خدا کے فضل اور اسکی تائید سے نہایت کامیاب جلسے ہوئے ہیں ۔ اور اب کے بھی اُمید نہیں بلکہ یقین ہے ۔ کہ ایسا ہی ہو گا ۔ لیکن وہ سعادت مند افراد جو آج تک جلسہ کی تیاری میں کسی نہ کسی قسم کی امداد کی توفیق پاکر ثواب عظیم حاصل کرتے رہے ہیں ۔ ان کے لئے اب بھی موقعہ ہے کہ اپنے دامن سعادت کو گوہر مقصود سے بھر لیں ہمیں ضرورت نہ تھی کہ اپنے احباب کے ان جذبات اور احساسات کو چھیڑتے ۔ جو خدا کے فضل سے کسی قسم کی تحریص اور ترغیب کے محتاج نہیں ہیں ۔ لیکن ثواب حاصل کرنیکے خیال نے ہمیں کچھ کہنے پر آمادہ کیا ہے ۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہماری یہ جرأت کسی بھائی کو ناگوار نہ گذریگی ۔

موجودہ جنگ کی وجہ سے ہر ایک چیز پر خواہ وہ خوردنی یا پوشیدنی یا کسی اور مصرف میں آنے والی ہو جو ناگوار اثر پڑا ہوا ہے ۔ اس سے یقیناً ہمارے تمام بھائی آگاہ اور واقف ہیں ۔ پہلے کی نسبت اب ہر ایک چیز گراں اور سخت گراں ہو گئی ۔ اور دن بدن ہو رہی ہے ۔ اس صورت میں ہمارے سالانہ جلسہ کے اخراجات کی نسبت نہایت آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔ کہ اب ان میں کسقدر زیادتی اور بیشی ہو جائیگی ۔ گذشتہ سال ساڑھے تین ہزار کے قریب خرچ ہوا تھا لیکن اسوقت حالات گذشتہ سال کی نسبت بہت بدل چکے ہیں ۔ اور ہر ایک چیز بہت گراں ہو چکی ہے ۔ اسلئے ضروری ہے ۔ کہ اخراجات بھی زیادہ ہوں ۔ ان اخراجات کا پورا کرنا جماعت احمدیہ کا فرض ہے ۔ اور وہی پورا کریگی ۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی دوسرے وقت پورا کرنے کی بجائے اسوقت پورا کر دے ۔ تاکہ منتظمین جلسہ آسانی اور عمدگی سے ضروریات جلسہ کو مہیا کرنے میں کامیاب ہو سکیں ۔ اور حسب منشاء عمدہ اشیا بہم پہونچا سکیں ۔ روپیہ ہاتھ میں لیکر اشیاء کا خریدنا جس طرح آسان اور فائدہ بخش ہوتا ہے ۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ۔ اور برخلاف اسکے ادھار لینے میں جو مشکلات اور نقصانات ہوتے ہیں ۔ وہ بھی کوئی پوشیدہ بات نہیں ۔ اسلئے ہمارے احباب کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ کہ منتظمین جلسہ کو روپیہ کی طرف سے بیفکر کر دیں ۔ اور وہ اس طرح کہ بہت جلدی مقامی طور پر خاص اخراجات جلسہ کے لئے چندہ جمع کر کے دفتر محاسب میں بھیج دیں ۔ یہ کام نہ صرف انجمنہائے احمدیہ کے سکرٹری صاحبان کا ہونا چاہیئے ۔ بلکہ ہر ایک احمدی کو اپنا فرض سمجھنا چاہیئے اور اس کام میں خاص کوشش اور سعی کرنی چاہیئے ۔ جسقدر اس کام کے لئے زیادہ کوشش اور سعی کی جائیگی ۔ اسی قدر جلسہ کی شان اور شوکت زیادہ بڑھیگی ۔ اور جسقدر کامیابی کے ساتھ جلسہ ہو گا ۔ اسی قدر ازدیاد ایمان کا موجب ہو گا پس اس وقت اخراجات جلسہ کو مہیا کرنا نہ صرف منتظمین جلسہ کو قابل اطمینان حالت میں کوشش اور سعی کرنے کے لئے تیار کرنا ہے ۔ بلکہ اپنے لئے زیادتی ایمان کا بھی سامان بہم پہنچانا ہے ۔ ایسے زرین موقعہ پر سستی سے کام لینا کس قدر افسوس اور رنج کی بات ہو سکتی ہے ۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے احباب کے ہاتھ خدا تعالےٰ کی راہ میں اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق خرچ کرنے میں تمام سال ہی مصروف رہتے ہیں ۔ لیکن سالانہ جلسہ کی آمد ان کے لئے ایک خاص موقعہ ہوتا ہے ۔ اور اسپر خرچ کرنا ان کے لئے خصوصیت رکھتا ہے ۔ وجہ یہ ہے ۔ کہ جلسہ سالانہ پر جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے ۔ وہ گویا اپنی ذات پر ہی خرچ کرنا ہوتا ہے کیونکہ اس سے مستفیض ہونیوالے ہم خود ہی ہوتے ہیں ۔ لیکن پھر بھی وہ خدا کی راہ میں خرچ ہوتا اور ہمیں ثواب عظیم کا مستحق قرار دیتا ہے ۔ سبحان اللہ ! کیا ہی خوش نصیب ہیں ہم ۔ کہ اپنے اوپر خرچ کرتے ۔ اور ثواب کے حقدار ٹھہرتے ہیں ۔

پس اس موقعہ پر نہایت فراخ حوصلگی سے کام لینا چاہیئے تاکہ اپنے اور اپنے بھائیوں کے آرام و آسایش کا سامان کرتے ہوئے خدا تعالےٰ کی رضامندی بھی حاصل ہو جائے ۔

ہمیں اُمید ہے کہ ہماری اس گذارش پر فوری توجہ فرمائی جائے گی ۔ اور جلسہ کے اخراجات اور مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے منتظمین جلسہ کی بہت جلدی امداد کی جائیگی

عداوت عقل و خرد سے کام نہیں لینے دیتی

دُنیا میں بہت سے اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں کہ جب انکو کسی سے اختلاف رائے ہو جاتا ہے ۔ تو وہ اسکو اسقدر طوالت دیتے ہیں ۔ کہ اختلاف رائے تک ہی ان کا یہ فعل محدود نہیں رہتا ۔ بلکہ عداوت تک ترقی کر جاتا ہے ۔ اگرچہ یہ مسلمات سے ہے ۔ کہ صرف اختلاف رائے کوئی بری چیز نہیں ۔ کیونکہ اس سے بہت اعلےٰ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں ۔ لیکن اعلےٰ نتائج کا پیدا ہونا اسی صورت میں ممکن ہے ۔ کہ اس اختلاف رائے کو وہیں تک رکھا جائے ۔ مگر ایسے لوگ تھوڑے ہی ہوتے ہیں ۔ جو رائے کے اختلاف کو ذاتی عداوتوں تک نہ لے جائیں وہ لوگ جو اختلاف کو عداوت قرار دے لیتے ہیں ۔ انکی آنکھوں پر ضد اور تعصب کی پٹی اس زور سے بندھی ہوتی ہے کہ اس شخص کی جس سے انہیں اختلاف ہوتا ہے ۔ ہر ایک بات چیستان اور پہیلی معلوم ہوتی ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ جس انسان کو کسی دوسرے سے ضد اور عداوت ہو جاتی ہے ۔ وہ اسکی باتوں پر غور اور فکر کرنے کو خیر باد کہدیتا ہے ۔ اور ہمیشہ اسی فکر میں رہتا ہے ۔ کہ اس شخص کی ہر بات میں نقص نکالے ۔

ایسے ہی حضرات میں سے جو عقل و فکر اور تدبر کو کسی کی

دشمنی میں چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ ایک تھڑیاپن وا توہی ہے۔ خدا جانے اسکی سمجھ کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ وہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی عداوت میں اسقدر اندھا کیوں ہو گیا ہے۔ اور کیوں ذرا بھی فکر اور تدبر سے کام نہیں لیتا۔ پیغام صلح جلد ۱۹ نمبر ۶۳ میں وہ لکھتا ہے کہ:-

"مرزا محمود احمد نے اپنی خلافت کے قیام کے بعد جو پہلا ٹریکٹ لکھا ہے۔ جس کا نام ہے۔ "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" کی تفسیر یا تحریف میں لکھا ہے۔ کہ جس طرح آدم ؑ پر فرشتوں نے اعتراض کیا۔ ایسا ہی مجھ پر اعتراض ہوا۔ الخ مختصراً۔ اور پھر ترجمۃ القرآن کے پہلے پارہ کے ص۹ پر اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ فرشتوں نے حضرت آدم ؑ کی خلافت پر اعتراض تو نہیں کیا۔ بلکہ فرشتوں نے سمجھنا چاہا ہے"۔ یہ لکھکر وہ مبائعین کو مخاطب کر کے لکھتا ہے "بتاؤ محمودیو! پہلا ترجمہ صحیح ہے یا پچھلا"

گویا اس کے نزدیک حضرت خلیفۃ المسیح کے ٹریکٹ اور ترجمۃ القرآن میں اختلاف ہے۔ لیکن جب ہم ترجمۃ القرآن کو اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ تو محولہ بالا صفحہ پر کہیں آدم پر اعتراض کئے جانے کا ذکر نہیں۔ اگر ترجمہ میں کہیں یہ لکھا ہوتا۔ کہ فرشتوں نے آدم پر اعتراض نہیں کیا۔ تب معترض کو حق ہو سکتا تھا کہ وہ اعتراض کرتا۔ لیکن تعجب ہے کہ ترجمۃ القرآن کے اس صفحہ پر کہیں آدم یا اسکی خلافت پر اعتراض سے انکار نہیں کیا گیا۔ ہاں صفحہ مذکور پر یہ عبارت موجود ہے "اتجعل فیہا من یفسد فیہا۔ جب اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کو اطلاع دی۔ تو چونکہ منتظم کی اسی جگہ پر ضرورت ہوتی ہے جہاں فساد کا خوف ہو۔ اور ایسے لوگ بھی ہوں۔ جو حدود اللہ کو توڑنے والے اور احکام کی نافرمانی کرنیوالے ہوں۔ انہوں نے (اعتراض نہیں کیا بلکہ) سوال کیا کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ ہمیں سمجھائی جائے۔ جیسے ایک شاگرد اُستاد سے سوال کرتا ہے"

یہاں تو یہ بتایا گیا ہے کہ فرشتوں نے خدا تعالےٰ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ نہ یہ کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام پر بھی اعتراض نہیں کیا۔ ٹریکٹ میں تو یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ فرشتوں نے آدم پر اعتراض کیا۔ اور قرآن کریم کے ترجمہ میں یہ درج ہے کہ انہوں نے خدا پر اعتراض نہیں کیا۔ اب اگر داتوی صاحب کے نزدیک خدا اور آدم ایک ہی ہیں۔ تب تو بے شک کہا جا سکتا ہے کہ دونوں ترجموں میں تضاد اور تخالف پیدا ہو گیا ہے اور اگر یہ نہیں تو پھر تضاد کیسا۔

اس قسم کے اعتراضات دیکھکر ہمیں تو ان لوگوں کی عقل اور سمجھ پر افسوس ہی آتا ہے۔ کہ حق کی مخالفت کی وجہ سے کسطرح دن بدن تنزل ہو رہی ہے۔ خدا تعالےٰ ان لوگوں کو سمجھ دے۔

ریویو

حقایق اسلام — مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم۔ اے۔ فاضل منشی فاضل ڈائرکٹر تعلیمات ریاست بھوپال نے

ایک کتاب لکھی ہے جسمیں اسلامی عقائد توحید۔ رسالت ایمان بالقدر۔ حشر۔ نشر۔ معجزات۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ حج اور اسلامی اصول معاشرت پر خامہ فرسائی کی گئی ہے گو ہمیں بعض مضامین کے طرز بیان سے اختلاف ہے اور بعض کو ہم درست نہیں سمجھتے۔ لیکن مفتی صاحب موصوف کی یہ کوشش مجموعی طور پر قابل تعریف ہے۔ ہاں ہم یہ کہدینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اس کتاب میں ہماری جماعت کے لوگوں کو کوئی بات ایسی نہ ملیگی۔ جس سے وہ محظوظ ہو سکیں۔ البتہ دوسرے لوگوں کے لئے غنیمت ہے۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ عمدہ لگایا گیا ہے۔ قیمت اڑھائی روپے (عہ/) مفتی صاحب موصوف سے مل سکتی ہے۔

خاتمہ کتاب پر جناب مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "ہم کو نہایت حسرت اور افسوس کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ ہم نے جو کچھ اسلام کی بابت کہا ہے۔ وہ اپنے اسلام کی بابت نہیں کہا۔ اور اسلام نے جو تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ ہم خود اس کا نمونہ نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اغیار نے ہماری حالت کو ہمارے مذہب کا معیار سمجھا۔ اور ہماری اخلاقی پستی نے اسلام کے پاک نام کو بدنام کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون" ص۳۴۹

افسوس کہ مفتی صاحب نے اس کا جو علاج بتایا ہے۔ وہ بجائے اسکے کہ کسی قسم کا فائدہ دے۔ اُلٹا نقصان پہنچانے والا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:-

"ہمارے خیال میں اسکی صرف ایک ہی تدبیر ہے اور وہ ہے غور اور عمل یعنی عقائد اسلام کی ہر ایک پہلو سے دل کھولکر چھان بین کیجئے۔ ان کو معیار عقل پر اچھی طرح پرکھئے۔ جو بات خلوص دل سے غور کرنے کے بعد بھی معقول نہ معلوم ہو۔ اسے جانے دیجئے" ص۳۵۲

ہمارے نزدیک مسلمانوں کو یہ علاج نہیں بتایا گیا بلکہ قعر مذلت میں گرنے کا راستہ دکھایا گیا ہے۔ کیا جب ہر ایک اسطرح کرنا شروع کر دے۔ کہ اسکی عقل میں جو بات درست اور صحیح نہ قرار پائے۔ اُسے وہ ترک کر دے۔ تو اسلام کا کیا باقی رہ جائیگا۔ ہر ایک کا معیار عقل الگ۔ ہر ایک کی سمجھ الگ ہر ایک کی فراست اور قوت فیصلہ الگ۔ اسلئے ہر ایک الگ الگ عقائد اور اصول کو ناقص اور ردی قرار دیگا۔ اور اسطرح جو حالت اسلام کی ہوگی۔ وہ اس سے بھی بدتر ہوگی۔ جو آج ہے۔ پس مفتی صاحب کی یہ تدبیر نہ صرف غلط بلکہ سخت نقصان رساں ہے۔

اب مسلمانوں کی اصلاح کی یہی تدبیر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ان کی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے اپنا کوئی برگزیدہ انسان بھیجے اور وہ ان گم گشتگان راہ ہدیٰ کو صراط مستقیم پر چلائے خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس غرض کے لئے بھیج دیا ہے جنکی قائم کردہ ایک ایسی جماعت موجود ہے جو خدا کے فضل اور رحم کے ماتحت اسلام کا سچا نمونہ ہے۔ پس مسلمان جب تک خدا تعالےٰ کے اس برگزیدہ کو مان کر اس کی اتباع نہ کرینگے۔ اسوقت تک ناممکن ہے کہ وہ اصل اسلام کو پا سکیں۔

ہم جناب مفتی صاحب کو بھی یہ کہدینا مناسب سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی آجکل جو کچھ حالت ہے۔ وہ تو آپ نے بتا ہی دی ہے۔ اب یہ بھی بتا دیں [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ

فرمودہ ۳ نومبر ۱۹۱۶ء

سنہ ۱۳۳۵ھ کی آمد

واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے احسان بہت وسیع ہیں۔ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق بھی یہ نہیں کہہ سکتی۔ کہ مجھ پر خدا کا کوئی احسان نہیں۔ کیوں۔ اسلئے کہ ہر ایک چیز کا وجود اللہ کے فضل کے ماتحت پیدا ہوا ہے۔ اور جو بھی مخلوق ہوگی۔ وہ خدا کے زیر احسان ہی ہوگی۔ اور ایسی کوئی چیز ہے نہیں۔ جو مخلوق نہ ہو۔ پس ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کے احسانوں کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ کیڑے سے لیکر بڑے سے بڑے فرشتے اور نبی تک تمام اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور فضلوں کے نیچے ہیں۔ اور کسی کا کوئی دم ایسا نہیں گذرتا۔ کہ اللہ کے احسانوں کے نیچے وہ زندگی نہ بسر کرتا ہو۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ خدا کے فضلوں اور احسانوں سے

خاص حصہ

پاتے ہیں۔ اس لئے گو ہر ایک انسان بلکہ ہر ایک جاندار پر اللہ کا شکر ادا کرنا فرض اور واجب ہے۔ مگر ان لوگوں ان جماعتوں اور ان گروہوں کا خاص فرض ہوتا ہے۔ جو اس کے انعامات سے خاص حصہ پاتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنے اوپر خدا تعالیٰ کے انعامات کے ہوتے ہوئے پھر اس کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔ یا ادا کرنے میں کوتاہی سے کام لیتے ہیں۔ یا ان میں سے کچھ افراد سستی دکھاتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ سے بہت دور جا گرتے ہیں۔ اور بہت سخت سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت اور اس قانون کے ماتحت کہ جو جب سے دنیا کا سلسلہ شروع ہوا ہے چلتا آرہا ہے۔ اب ایک

نیا سال

شروع ہوا ہے۔ اور کسی نئے سال کا آنا کوئی نئی بات نہیں۔ ہر آنے والا سال نیا ہی ہوتا ہے۔ اور ہر بارہ ماہ کے بعد نیا سال شروع ہو جاتا ہے۔ پس یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ قانون قدرت کے ماتحت ایسا ہوتا آیا ہے اور اب بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی خاطر چاند سورج اور ستاروں کے لئے رفتار مقرر کی ہوئی ہے اسی رفتار کے ماتحت دن ہفتے۔ مہینے اور سال بدلتے رہتے ہیں۔ پس نئے سال کا چڑھنا کوئی نئی بات نہیں۔ مگر اس سال کے متعلق بعض اندازوں کے مطابق

ایک پیشگوئی

ہے۔ بعض اندازے میں نے اس لئے کہا ہے کہ پیشگوئی کے الفاظ صاف نہیں ہیں۔ بلکہ استدلال کیا گیا ہے۔ اور مختلف استدلال کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں جو بارہ سو اٹھانوے اور تیرہ سو پینتیس دن کا ذکر آتا ہے۔ یہ ہجری سنہ ہے کیونکہ الہامی زبان میں دن بمعنی سال کے ہوتے ہیں۔ اسلئے بہتوں کی نظریں اس کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ بعضوں کی تو اس لئے کہ یہ ایک خاص پیشگوئی ہے۔ اور بعضوں کی دیگر وجوہات سے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ آخری سال حضرت مسیح کی آمد کا ۱۳۳۵ ہے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ انبالہ سے ایک شخص نے اشتہار شائع کیا تھا۔ غالباً ۱۹۰۶ء کا ذکر ہے۔ اس میں اس نے لکھا تھا۔ اور بڑے زور سے لکھا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود کی آمد ۱۳۳۵ھ میں ہوگی۔ اسی طرح دہلی سے ایک شخص نے رسالہ لکھا ہے۔ اس نے بھی ۱۳۳۵ ہجری

آخری میعاد

حضرت مسیح موعود کے آنے کی لکھی ہے۔ یورپ کے لوگوں میں سے بھی بعضوں نے مختلف حسابات کے ماتحت اس بات کا فیصلہ کر چھوڑا ہے۔ کہ ۱۳۳۵ھ مسیح کی آمد کا سال ہے۔ اسی بناء پر اس کا بڑا انتظار ہو رہا تھا۔ اب جبکہ یہ سال آگیا ہے۔ تو اس کے نتائج کا انتظار ہے اللہ تعالیٰ چاہیگا۔ تو ان بارہ مہینوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکروں کو ایک اور نا امیدی ہوگی۔ اور ان میں سے جو عقلمند اور دانا ہوں گے۔ وہ سمجھ لیں گے۔ کہ جس مسیح نے آنا تھا۔ وہ آچکا۔ اور کسی نے نہیں آنا۔ تو اسطرح ہمارے لئے

ایک فتح

تو ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ دشمن نے جو اندازہ لگایا ہوا ہے۔ کہ ۱۳۳۵ھ میں حضرت مسیح نے آنا ہے۔ وہ آچکا ہے۔ اب ان کے لئے دو ہی باتیں ہوں گی یا تو یہ کہ وہ کہدیں کہ کسی مسیح نے نہیں آنا اور یا یہ کہ جس نے آنا تھا۔ وہ آگیا۔ اب سوائے ان لوگوں کے جو یہودیوں کی طرح ڈھیٹھ ہوں گے۔ کہ باوجود اس کے کہ حضرت مسیح ناصری کی آمد کو انیس سو سال ہو گئے۔ مگر وہ ضد اور تعصب کی وجہ سے اس وقت تک اس خیال کو ترک نہیں کرتے۔ کہ مسیح نے آنا ہے۔ وہ بھی یہی کہتے رہینگے۔ کہ مسیح موعود نے ابھی آنا ہے۔ اور ایسے لوگوں کا مسلمانوں میں سے پیدا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو یہود سے مشابہت دی ہے۔ مگر جو دانا اور سمجھدار ہوں گے۔ اور جو تعصب اور عداوت۔ ضد اور شرارت سے انکار نہیں کریں گے۔ جب وہ دیکھیں گے۔ کہ جن پیشگوئیوں کے مطابق ۱۳۳۵ھ میں مسیح موعود کی آمد کا اندازہ لگایا گیا تھا۔ وہ اندازہ پورا ہو گیا ہے۔ تو یا تو انہیں اس پیشگوئی کو بناوٹی اور جعلی قرار دینا پڑے گا۔ یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ مسیح موعود آگیا ہے۔ اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوا اور کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس لئے آپ کو انہیں مسیح موعود ماننا پڑے گا۔ یہ تو

ہمارے لئے یقینی بناوٹی فتح

ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے مقدر ہو چکی ہے باقی اور بہت سی امیدیں ہیں۔ کہ جو اس سنہ میں پوری ہو سکتی ہیں

فتوحات کا ابتدائی سال ہے۔ چنانچہ ہماری جماعت کے لوگ اس پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور میرے پاس مبارکباد کے خطوط بھی آئے ہیں۔ لیکن میں ایسے سب لوگوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ ۱۳۳۵ھ میں بلحاظ دنوں ہفتوں اور مہینوں یا چاند کی رفتار کے ۱۳۳۶ھ یا ۱۳۳۴ھ سے کوئی زیادتی نہیں ہے۔ یہ بھی اسی قسم کا سنہ ہے جیسے کہ پہلے گذر چکے ہیں۔ اس میں کوئی لعل لگے ہوئے ہیں۔ کہ اسے دوسروں سے بڑا کہیں۔ اس میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ وہ جماعت جو اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے انعامات کا وارث ثابت کر دے۔ اسکے لئے ۱۳۳۲ھ اور ۱۳۳۳ھ بھی ۱۳۳۵ھ ہی بن جاتے ہیں اور جو جماعت اپنے اعمال اور افعال سے اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کے غضب اور سزا کا مستحق بنا لیتی ہے اسکے لئے ۱۳۳۵ھ یا ۱۳۳۶ھ یا ۱۳۴۰ھ سب برابر ہو جاتے ہیں۔

ہر ایک فتح کے ساتھ شکست

بھی ہوتی ہے۔ کیا آج تک ایسی بھی کوئی فتح ہوئی ہے کہ جس کے ساتھ شکست نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ آج تک یوںہی ہوتا چلا آیا ہے۔ کہ اگر ایک گروہ کو فتح حاصل ہوتی ہے تو اسی فتح کے ساتھ دوسرے گروہ کو شکست بھی ہوتی ہے۔ پس اگر یہی سال ایک جماعت کے لئے مبارک ہے تو کیا اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی نہیں پیدا ہوتا۔ کہ یہی ۱۳۳۵ھ کسی اور کے لئے منحوس اور نامبارک بھی ہے۔ تو اس سال کی یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ کہ تمام کے لئے مبارک ہی ہو۔ ضرور اگر ایک گروہ کے لئے مبارک ہے۔ تو دوسرے کے لئے نامبارک بھی ہے۔ باقی رہا یہ کہ مبارک کس کے لئے ہے۔ اور نامبارک کس کے لئے؟ اس میں تو کچھ شک ہی نہیں۔ کہ جو میدان ایک قوم کے لئے فتح اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ وہی میدان دوسری قوم کے لئے شکست اور ناکامی کا بھی موجب بنتا ہے۔ اور جسطرح وہ میدان یہ یاد دلاتا ہے کہ فلاں قوم کو اس میں فتح نصیب ہوئی تھی۔ اسی طرح وہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ اسی موقعہ پر کسی کو شکست بھی ہوئی تھی۔ پس جہاں عظیم الشان فتح ہوتی ہے۔ وہاں بہت بڑی شکست بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ڈرنا چاہیئے کہ فتح ہمارے دشمنوں کو نہ ہو۔ اور شکست ہمارے حصہ میں نہ آئے۔ جتنی بڑی کوئی فتح ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ اتنی ہی بڑی شکست بھی وابستہ ہوتی ہے۔ پس جہاں بہت بڑی فتح سے خوشی ہونی چاہیئے۔ وہاں اس بات سے ڈرنا بھی بہت چاہیئے۔ کہ ہمارے حصہ میں شکست نہ آئے۔

کوئی کہے۔ ۱۳۳۵ھ تو فتح اور کامیابی کے لئے مقرر ہو چکا ہے۔ اور خدا نے کہدیا ہے۔ کہ "مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔ اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک آتا ہے"۔ اس لئے ہمیں ضرور کامیابی ہوگی۔ مگر ایسے لوگوں کو

یاد رکھنا چاہیئے

کہ یہ پیشگوئی دانیال نبی کی کتاب میں ہے۔ اور دانیال نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع میں سے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک اولوالعزم نبی تھے۔ اور خاص شان رکھنے والے تھے۔ خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ سے مشابہت دی ہے۔ اور جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت دی جائے۔ وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہو سکتا۔ آپ سے خدا تعالےٰ کا وعدہ تھا۔ کہ تو اور تیری قوم فلاں ملک کی وارث بنائی جائے گی۔ لیکن چونکہ ان کی قوم نے اپنے آپ کو اس لائق نہ بنایا۔ کہ خدا تعالیٰ اس کو اپنا یہ انعام دیتا۔ اس لئے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے اس وعدہ کو چالیس سال پیچھے ڈال دیا پس جب موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم الشان نبی کی پیشگوئی کو چالیس سال پیچھے ڈال دیا جا سکتا ہے۔ تو حضرت دانیال کی پیشگوئی کو کیوں پیچھے نہیں ڈالا جا سکتا۔ اگر خدا تعالےٰ کو کسی کا لحاظ یا کسی کی خاطر منظور ہوتی۔ تو موسیٰ ؑ اس بات کے زیادہ مستحق تھے۔ کہ ان کی قوم کو موعودہ ملک دیدیا جاتا۔ کیونکہ وہ صاحب شریعت اولوالعزم نبی تھے۔ پھر خدا تعالےٰ ان کی نسبت فرماتا ہے۔ کلم اللّٰہ موسیٰ تکلیما۔ کہ جب خدا تعالےٰ نے موسیٰ سے کلام کیا تو درمیان میں کوئی روک اور پردہ نہ تھا۔ اتنے بڑے نبی کی پیشگوئی کو جب اس کی جماعت کی سستی اور نالائقی کی وجہ سے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے۔ تو حضرت دانیال کی پیشگوئی کو کیوں پیچھے نہیں ڈالا جا سکتا۔ پس ۱۳۳۵ھ ہمارے لئے

خدا تعالےٰ کا وعدہ ہے

اس میں تو شک نہیں۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود ؑ نے لکھا ہے۔ ہماری جماعت کے ساتھ اس سال کا خاص تعلق ہے۔ پہلے تو یہ خیال تھا۔ کہ شاید اس سنہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہو۔ مگر وہ تو اس سے پہلے ہو چکی۔ اسلئے وہ مراد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سال سے ہماری جماعت کی

ترقی کی ابتداء

مراد ہے۔ وہ ترقی کیسی ہوگی؟ کس رنگ میں ہوگی؟ کس طرح ہوگی؟ اگر اس پیشگوئی کو جس طرح سمجھا گیا ہے۔ اسی طرح درست مان لیا جائے۔ تو بھی یہ باتیں نہیں بتائی جا سکتیں۔ کیونکہ پیشگوئی کو پورا ہونے سے قبل سمجھنے میں تو ایک نبی بھی غلطی کھا سکتا ہے۔ چہ جائیکہ ہم اس کے متعلق کچھ بتا سکیں۔ پس اگر واقعہ میں ۱۳۳۵ھ میں جماعت حضرت مسیح موعود کی فتوحات کی ابتداء ہے۔ تب بھی ہم نہیں جانتے۔ کہ ہمیں کسطرح اور کیا فتوحات حاصل ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ کے وعدے کئی اقسام کے ہوتے ہیں۔ کبھی بڑے زور سے ایک بات کہی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جب پوری ہوتی ہے۔ تو بہت معمولی نکلتی ہے اسی طرح کبھی ایک بات بالکل معمولی معلوم دیتی ہے۔ لیکن جب پوری ہوتی ہے۔ تو بڑے عظیم الشان نتائج پیدا کرتی ہے۔ کبھی جس رنگ میں کوئی بات کہی جاتی ہے۔ اسی رنگ میں پوری ہوتی ہے۔

اس کی ایک وجہ ہے

اور وہ یہ کہ انسان کی نظر ایک بات کو زور دار سمجھتی ہے مگر دراصل وہ کمزور ہوتی ہے۔ اور اسی طرح ایک بات کو انسان اپنے نزدیک کمزور سمجھتا ہے۔ مگر دراصل وہ بہت زور دار ہوتی ہے۔ دیکھو ظاہر نظروں میں بدر اور احزاب کی لڑائیوں میں بڑی بھاری فتح ہوئی تھی۔ مگر خدا تعالےٰ نے صلح حدیبیہ کو جسے ظاہر میں شکست سمجھا گیا تھا۔

بڑی بھاری فتح قرار دیا ہے۔ تو کبھی ظاہرہ الفاظ سے ایک بات بڑی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ معمولی نکلتا ہے۔ مگر اس لئے نہیں۔ کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ نے غلطی سے معمولی الفاظ کی بجائے زوردار الفاظ میں اس کو بیان کیا ہوتا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ واقعہ بڑے بڑے نتائج پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی بات کے متعلق الفاظ معمولی ہوں۔ اور واقعہ بہت ہیبت ناک ظہور پذیر ہو۔ تو اسلئے نہیں کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو ایسا معلوم نہ تھا۔ اس لئے اس نے معمولی الفاظ میں اسکا ذکر فرمایا ہوتا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ گو وہ بظاہر خطرناک اور بڑا واقعہ ہوتا ہے۔ مگر نتائج کے لحاظ سے کوئی ایسا خطرناک نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے جن الفاظ میں بیان کی جاتی ہے انہیں میں پوری ہوتی ہے۔ تو اس کے متعلق یہ خیال نہیں ہوتا۔ کہ اسی طرح پوری ہوئی۔ بلکہ اس کے نتائج ہی ایسے مدنظر ہوتے ہیں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ انسان اپنی کامیابی سمجھتا ہے۔ اور اپنے خیال میں فتح حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ لیکن وہ فتح کوئی دیرپا نہیں ہوتی۔ فوراً ہی دشمن دوبارہ حملہ کرکے اسے شکست دے دیتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک کامیابی کو انسان بہت معمولی سمجھتا ہے۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اسے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ کوئی معمولی کامیابی نہ تھی۔ بلکہ بہت بڑی تھی۔ کیونکہ اس کے نتائج بہت بڑے نکلتے ہیں۔ اس قسم کے نظارے ہم دنیا کی جنگوں میں بھی کثرت سے دیکھتے ہیں۔ آج کل وہ لوگ جو جنگ کی خبریں پڑھتے ہیں۔ وہ کثرت سے اس قسم کے واقعات بھی پڑھتے ہیں۔ کہ ایک کامیابی کو بہت بڑا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن بعد میں اس کے متعلق کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ بہت معمولی تھی۔ اسی طرح ایک فتح کو بہت معمولی قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن بعد میں پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ بہت اہم فتح ہے۔ چند ہی دن ہوئے ایک خبر آئی تھی۔ کہ ایک معمولی سا ناکہ فتح ہوا ہے۔ لیکن اسی کے متعلق بعد میں یہ خبر آئی۔ کہ جرمن اس کے فتح کرنے کے لئے بڑا زور مار رہے ہیں۔ کیونکہ اس راستہ سے وہ اپنی فوجوں کو اسلحہ وغیرہ پہنچایا کرتے تھے۔ تو یہی ناکہ جو پہلے معمولی سمجھا گیا تھا۔ بعد میں بہت بڑا قرار دیا گیا۔ لیکن خدا تعالیٰ تو پہلے ہی ہر ایک چیز کے نتائج سے واقف ہوتا ہے۔ اسلئے جس واقعہ سے بڑے اہم نتائج نکلنے ہوتے ہیں! اسے غیر معمولی قرار دیتا ہے۔ خواہ بظاہر وہ چھوٹا ہی نظر آئے۔ اور جس سے معمولی نتائج نکلنے ہوں اسے معمولی کہتا ہے۔ خواہ بظاہر وہ بڑا ہی دکھائی دے۔ مگر انسان جس کی نظر ظاہر پر ہوتی ہے۔ وہ ظاہر پر لٹو ہو کر بعض اوقات یہ بھی کہدیتا ہے کہ کھودا پہاڑ اور نکلا چوہا۔ تو پیشگوئی میں ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے

ہم نہیں جانتے

کہ یہ پیشگوئی اس رنگ میں جس میں کہ سمجھی گئی ہے پوری ہوگی۔ یا کسی اور رنگ میں۔ پھر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ دنیا اس کے پورا ہونے کو فوراً دیکھ لے گی۔ یا ہمیں بھی اس کے پورا ہونے کا پتہ نہیں لگیگا۔ اور بعد میں اس سے بڑے بڑے نتائج نکلیں۔ پس

ہو سکتا ہے

کہ ساری دنیا اس پیشگوئی کو پورا ہوتا دیکھ لے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جس طرح حضرت مسیح نے کہا ہے۔ کہ وہ چوروں کی طرح آئیگا۔ اس لئے یہ بھی چوروں کی طرح آئے۔ مگر وہی دو تین چار یا پانچ دس بیس سال کے بعد بڑے بڑے اہم نتائج پیدا کرنے کا موجب ہو جائے۔ بعض درخت بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے بیج بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور بعض چھوٹے ہوتے ہیں۔ مگر ان کے بیج بڑے ہوتے ہیں۔ پس ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ پیشگوئی کس رنگ میں پوری ہوگی۔ اور کس رنگ میں نہیں۔ ہاں

سوال یہ ہے

کہ ہماری جماعت نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے انعامات کی مستحق قرار دے لیا۔ اور انعام حاصل کرنے کے قابل بنا لیا ہے۔ یا نہیں۔ اس کے لئے خدا تعالیٰ

ایک معیار

مقرر فرماتا ہے۔ اور وہ یہ کہ واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ یاد کرو۔ اس بات کو کہ جب تمہارے خدا نے بڑے زور اور بڑی شان و شوکت سے اس بات کا اعلان کر دیا ہے۔ کہ لئن شکرتم اگر تم میرے شکر گذار ہو گے۔ اور میرے پہلے انعامات کی قدردانی کرو گے۔ تو میں اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ تمہیں بڑے بڑے انعام دوں گا۔ لیکن اگر تم میرے پہلے انعامات کی بے قدری کرو گے۔ اور ان کے لئے شکر گذار نہ ہو گے تو یہ بھی یاد رکھو۔ کہ میں عذاب بھی بڑا سخت دیا کرتا ہوں۔ یہ ایک معیار ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ آیا میں انعام پانے کا مستحق ہوں یا عذاب کا۔ پس بجائے اس کے کہ ہماری جماعت کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیں۔ اور خوش ہوں۔ کہ ۱۳۳۵ھ آگیا ہے۔ انہیں اپنی حالت پر نظر کرنی چاہیئے۔ ۱۳۳۵ھ میں کوئی زیادہ بات نہیں۔ یہ بھی ایسا ہی سال ہے۔ جیسے کہ پہلے تھے۔ ہاں اس میں یہ خصوصیت ہے۔ کہ اس کے متعلق ایک وعدہ اور پیشگوئی سمجھی جاتی ہے۔ اور بے شک یہ ایک خصوصیت ہے۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ کہ وعدے بھی ایسی ہی قوم کے ساتھ پورے ہوتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو ان کا اہل ثابت کر دیتی ہے۔ اور جو اہل ثابت نہیں کرتی۔ اس سے خدا تعالیٰ اپنے وعدے بھی ٹال دیتا ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ایک وعدہ تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اسے چالیس سال پیچھے ڈال دیا۔ کیوں اسلئے کہ اس نے خدا تعالیٰ کے انعامات کی

قدر نہ کی

خدا تعالیٰ کے ان لوگوں پر کتنے بڑے فضل ہوئے تھے۔ ایک ایسے جابر دشمن سے انہیں چھڑایا گیا جس سے چھوٹنے کی انہیں کبھی امید نہ تھی۔ وہ اس کے مقابلہ میں ہر طرح سے کمزور اور ناتوان تھے۔ ان کے

لڑکوں کو مار دیا جاتا تھا - اور ان کی لڑکیاں زندہ رکھی جاتی تھیں - مگر باوجود ان کی اس حالت کے خدا تعالےٰ نے انہیں نجات دی - اور ایک خطرناک راستہ سے سمندر میں سے صحیح وسلامت پار کردیا - اور ان کی آنکھوں کے سامنے ہی ان کے دشمن کو غرق کردیا - پھر بھی ان لوگوں نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی بات کو نہ مانا - اور جب انھوں نے حکم دیا کہ جاؤ لڑو - تو باوجود اس کے کہ انہیں فتح اور کامیابی کا وعدہ بھی دیا گیا تھا - انہوں نے لڑنے سے انکار کردیا - اور کہدیا - کہ ہم سے نہیں لڑا جاتا یموسیٰ انالن ندخلها ابدا مادامو فیها فاذهب انت وربك فقاتلا ان ههنا قاعدون - اے موسیٰ تو اور تیرا خدا جاکر ان سے لڑو - ہم تو یہ بیٹھے ہیں - جب تک وہ لوگ اس ملک میں موجود ہیں - ہم تو کبھی بھی اس میں داخل نہ ہوں گے - تو اس طرح انھوں نے اس ملک میں داخل ہونے سے انکار کردیا - جس کی سزا میں خدا تعالےٰ نے ان کا وعدہ چالیس سال اور پیچھے ڈال دیا - لڑنے والے عموماً بیس اکیس سال کے لڑائی کے قابل ہوتے ہیں - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسط عمر ساٹھ سال فرمائی ہے - تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے وہ چھوٹی سے چھوٹی عمر کا انسان جس نے لڑنے سے انکار کیا - اس چالیس سال کے عرصہ میں مرگیا - تب جاکر ان کا وعدہ پورا ہوا - چنانچہ بائبل سے پتہ لگتا ہے - کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے چالیس سال تک وہی زندہ رہا جس نے لڑنے سے انکار نہیں کیا تھا - اور انکار کرنے والے سب کے سب ہلاک ہوگئے - تو ان سے

وعدہ ٹل گیا

پس اگر ہم نے بھی اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی - اور خدا تعالےٰ کے انعامات کے شکرگذار نہیں ہوئے - تو یہ سال ہمارے لئے کیا تبدیلی پیدا کرسکتا ہے - کیا اس سے پہلا سال اسی خدا کا نہ تھا جس کا یہ ہے - اسی کا تھا - پھر اس سال نے کیا کرنا ہے - ہاں اگر کوئی ذریعہ ہمیں فاتح اور کامیاب بنا سکتا ہے - تو وہ وہ تعلق ہے - جو خدا تعالےٰ سے ہو - اور اگر کوئی چیز خدا تعالےٰ کے رحم اور فضل کو جذب کرسکتی ہے - تو وہ وہ ایثار ہے جو ہم خدا کی راہ میں دکھائیں - لیکن اگر ہم میں ایثار اور خدا تعالےٰ سے تعلق نہیں - اور ہم اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں کامل نہیں ہوئے - تو یہ سال ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرسکتا - اور جو سال ایسا ہے - کہ اس میں ہمارا خدا تعالےٰ سے کامل تعلق ہو گیا ہے - وہ سال ہمیشہ ۱۳۳۵ھ ہجری ہی ہے - یہی وجہ ہے کہ نبیوں پر جو خدا کے فضل ہوتے ہیں - وہ کسی خاص سے تعلق نہیں رکھتے - حضرت مسیح موعود پر جو فضل ہوئے کیا ۱۳۳۵ھ ہجری میں آپ سے زیادہ کسی پر فضل ہوجائیگا یا ۱۳۳۵ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے زیادہ کوئی بات حاصل ہوجائیگی - ان کے مقابلہ میں تو ۱۳۳۵ھ عشر عشیر بھی نہیں ہے - حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ۱۳۳۵ھ کی کوئی شرط نہ تھی - آپ کے لئے ہر دن اور ہر گھڑی ۱۳۳۵ھ ہی تھا - بلکہ اس سے بھی بڑھ کر میں تو سمجھتا ہوں کہ ۱۳۳۵ھ تک جو دیر ہوئی ہے یہ ہماری کوتاہیوں اور سُستیوں ہی کی وجہ سے ہوئی ہے - ورنہ اگر ہم خدا تعالےٰ کی

کامل فرمانبرداری اور اطاعت

کرتے تو ہمارے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی سے ہی ۱۳۳۵ھ شروع ہوجاتا - جیسا کہ صحابہ کرام کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ہی شروع ہوگیا تھا - حضرت ابوبکر رضؓ کے وقت ایک ابتلاء آیا تھا - لیکن چھ مہینے کے اندر اندر دور ہوگیا - اور زیادہ سے زیادہ ایک سال تک اس کا اثر رہا - اور ان کے زمانہ میں ایک قلیل حصہ اس کا رہا - تو ۱۳۳۵ھ کوئی خصوصیت نہیں رکھتا - جس بات کی اس سال کی وجہ سے خوشی ہے - وہ ہر روز اور ہر سال میسر ہوسکتی ہے - مگر

ضرورت ہے

اس بات کی کہ خدا تعالےٰ کے انعامات کی پوری پوری شکرگذاری کا مادہ اپنے اندر پیدا کیا جائے - کسقدر احسانات ہیں جو ہم پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہوئے ہیں کیسی جہالت اور تاریکی میں ہم پڑے ہوئے تھے - اللہ تعالےٰ کی محبت اور الفت کو جانتے تک نہ تھے - شریعت پر عمل کرنا دوبھر ہوگیا تھا - مگر جسطرح اندھیرے اور ظلمت میں سورج نکل آتا ہے - اسی طرح خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ظاہر کردیا - اور آپ کی وجہ سے تمام اندھیرا دور ہوگیا - دنیا کی یہ حالت ہوچکی تھی - کہ نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی سمجھا جاتا تھا - ہلاکت کو کامیابی اور کامیابی کو ہلاکت خیال کیا جاتا تھا - لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اگر برائی کو برائی اور نیکی کو نیکی دکھادیا پھر آپ کے ذریعہ خدا تعالےٰ کی حقیقت - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور قرآن کریم کی قدر ہمیں معلوم ہوئی - پھر آپ کی وجہ سے اسلام کی شان و شوکت بڑے زور شور سے ظاہر ہوئی - اور ہمیں خدا تعالےٰ کا قرب اور محبت حاصل ہوگئی - پھر دنیاوی رنگ میں بھی ہماری جماعت کے لوگوں پر بڑے بڑے فضل ہوئے - ان کے مصائب دور ہوگئے - خدا تعالےٰ نے انہیں عزتیں دیں - ان کے دشمن ہلاک اور رسوا ہوئے - اور اب اگرچہ دوسرے لوگ احمدیوں کو کافر ہی کہتے ہیں - لیکن یہ بھی مانتے ہیں - اگر کوئی گروہ قابل عزت ہے - تو یہی ہے - یہاں جھنگ کے ضلع سے ایک شخص آیا کرتا ہے اس کے دوسرے رشتہ دار چور اور ڈاکو ہیں - اور اُسے کہتے رہتے ہیں کہ تم احمدیت کو چھوڑ دے - اس بات کے لئے اُسے بہت تکلیف بھی دیتے ہیں - اور وہ اُن سے بھاگ کر یہاں آجاتا ہے - لیکن چونکہ گھر کا کام کاج بہت اچھی طرح کرتا ہے - اسلئے اُسے پھر بلا لیتے ہیں - اس کے ساتھ تمام لوگ یہاں تک عداوت اور دشمنی کرتے ہیں کہ اس سے ملکر کھانا نہیں کھاتے - اور پانی تک نہیں پیتے - لیکن جب کوئی چوری ہو - اور اسکے رشتہ داروں پر اس کا شبہ ہو - تو آکر کہتے ہیں کہ اگر یہ کہدے کہ تم نے چوری نہیں کی تو ہم مان لینگے - وہ یہاں آکر کہا کرتا ہے - کہ ایسے موقعہ پر میرے لئے بہت مشکل ہوجاتا ہے اگر میں سچ بات کہوں تو میرے رشتہ دار مجھے مارتے ہیں کہ تو نے کیوں ہماری چوری بتادی - اور جھوٹ میں کہہ نہیں سکتا - ان کو بہیترا کہتا ہوں کہ مجھ سے کیوں پوچھتے ہو - مجھے تو تم کافر کہتے ہو - جاؤ کسی اور سے دریافت

کرو۔ لیکن وہ نہیں مانتے۔ اور کہتے ہیں کہ تو بے تو کافر۔ لیکن جھوٹ کبھی نہیں بولتا۔ ہم تجھ سے ہی گواہی لینگے۔ جب وہ اس بات پر زور دیتے ہیں تو میرے رشتہ دار بھی مجھے کہتے ہیں کہ تم گواہی دے دو۔ لیکن ساتھ ہی اشاروں سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا نام نہ لینا۔ لیکن میں سچی گواہی دیدیتا ہوں۔ اسپر وہ مجھے مارتے اور تنگ کرتے ہیں۔ تو ہماری

دشمنوں کو اقرار

ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔ اور یہ بھی وہ مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے ماننے کی وجہ سے ان میں یہ تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ وہ ہماری جماعت کے لوگوں کی عزت کرتے اور دوسروں سے بڑھ کر اعتبار کرتے ہیں۔ تو یہ ہم پر کس قدر خدا تعالےٰ کے فضل ہیں۔ پھر ہماری جماعت کا ہر ایک فرد غور کرے۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس کے راستہ میں کسقدر مشکلات اور مصائب آئیں۔ مگر مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے کی وجہ سے اُنکی ہر مشکل کس طرح دُور ہو گئی۔ پس اگر ہم خدا تعالےٰ کے ان فضلوں کو دیکھیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے ہم پر ہوئے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے دین کی اشاعت کے لئے ہم جتنی بھی کوشش کریں۔ اُسی قدر تھوڑی ہے۔ میں یہ مانتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت کے لوگ جس قدر دین کی خدمت کرتے ہیں۔ اُس قدر اور کوئی نہیں کرتا۔ اور نہ کر سکتا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے لوگوں کو یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے انعامات کے مقابلہ میں ہم نے کس قدر شکر گذاری کی ہے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ ہم خدا تعالےٰ کی شکر گذاری کرتے ہیں لیکن انعام کے مقابلہ میں یہ شکر گذاری بہت کم ہے۔ اور کسی چیز کا اعلیٰ درجہ کا ہونا مقابلہ سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ ایک اینٹ بھی سطح زمین سے اونچی ہوتی ہے۔ مگر ایک مکان سے اونچی نہیں۔ اسی طرح کئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو اعلےٰ ہوتی ہیں۔ مگر دوسری کے مقابلہ میں اعلےٰ نہیں ہوتیں۔ ہم ایک ایسے شخص کو جو کچھ کام کرتا ہے۔ ان لوگوں سے اچھا کہیں گے۔ جو سارا دن بیکار پڑے رہتے ہیں۔ لیکن اسکو اس کے مقابلہ میں اچھا نہیں کہہ سکتے جو سارا دن کام کرتا ہی کیونکہ جسقدر وہ مزدوری پاتا

ہے۔ کام اُس سے بہت کم کرتا ہے۔ پس ہماری جماعت کو یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ ہم دوسرے لوگوں سے بڑھ کر کیا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ نے جو انعام اُسے دئیے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں وہ کیا کرتی ہے۔ اگر ہماری جماعت کا کوئی شخص اپنے مال کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں دیتا ہے۔ تو وہ ان لوگوں سے اچھا ہے جو کچھ بھی نہیں دیتے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اُس نے خدا تعالےٰ کے انعامات کے مقابلہ میں کیا دیا ہے۔ اُسے تو چاہیئے کہ اپنا مال۔ اپنی جائداد۔ اپنا وقت۔ اپنی جان سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کردے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے جو انعامات اسپر ہوئے ہیں۔ وہ اس قابل نہیں کہ وہ اپنا سب کچھ خدا تعالےٰ کے راستہ میں صرف کردے۔ ضرور ہیں۔ اور ایسا ہی ہر ایک مؤمن کو کرنا بھی چاہیئے لیکن جو ایسا نہیں کرتا مجھے

ڈر ہے

کہ وہ اُن لوگوں میں سے نہ ہو۔ جو ان عذابوں کے نیچے آتے ہیں۔ لڑتے تو یہودی بھی تھے۔ انہوں نے کئی لڑائیاں لڑیں۔ مگر ایک ہی دفعہ کے انکار سے ناشکروں میں گنے گئے۔ اور چالیس سال پیچھے ڈال دئے گئے۔ ان میں سے بہتوں نے خدا کے راستہ میں جانیں بھی دیں۔ مگر ایک جگہ رہ جانے کی وجہ سے ناکام ہو گئے۔ اور انہیں وہ ملک دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ جس کا انہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ پس تم لوگ اپنی خدمت دین پر مت گھمنڈ کرو۔ یہاں خدمت کا سوال نہیں۔ بلکہ سوال یہ ہے۔ کہ تم نے انعام کے مقابلہ میں کیا خدمت کی ہے۔ بس اس کی فکر کرو۔ اور اپنے اعمال کو ایسا بناؤ جو خدا تعالےٰ کے انعامات کے مطابق ہوں۔ اگر ہماری جماعت اسوقت ان ذمہ داریوں کو سمجھتی۔ جو اس کی ہیں تو یہ

موجودہ حالت

نہ ہوتی۔ اگر ساری جماعت میں سے تیسرا حصہ بھی اپنے فرائض کو پوری طرح انجام دیتا۔ تو بھی یہ حالت نہ ہوتی کہ آئے دن مختلف صیغوں کے افسر روپیہ کی کمی کی

شکایت کرتے رہتے۔ لیکن لوگوں نے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھا نہیں۔ بعض تو کہدیتے ہیں کہ ہمارا روپیہ کسی اور کام میں لگا ہوا ہے۔ اس لئے دینے کے لئے کچھ نہیں۔ بعض کوئی اور عذر کردیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ یہ نہیں کہتا۔ کہ تم اپنا سارا مال میری راہ میں خرچ کردو۔ بلکہ یہی کہتا ہے کہ مما رزقنٰھم ینفقون جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔ اس میں سے کچھ ہمیں دو۔ لیکن عجیب بات ہو کہ اسمیں سے بھی خدا کی راہ میں دینے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ کہ ایک شخص کسی کو ایک روپیہ دے۔ اور اُسے کہے۔ کہ اس میں سے تم دو پیسے تو مجھے لادینا۔ اور باقی اپنے پاس رکھ لینا۔ لیکن وہ کہدے۔ کہ میں تمہیں اس میں سے کچھ نہیں دونگا۔ پورا روپیہ اپنے ہی پاس رکھوں گا۔ اگر کوئی ایسا کرے۔ تو یقیناً تمام لوگ اسپر لعنتوں کا مینہ برسائینگے۔ مگر بہت ایسے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں مال و اموال دیکر کہتا ہے۔ کہ اس میں سے کچھ میرے راستے میں بھی خرچ کرو۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ کیا ہماری ضرورتیں کم ہیں کہ تیرے لئے خرچ کریں۔ اگر

ایسے لوگ سوچتے

کہ ہمیں تو یہ سب کچھ دینے والا ہی یہ کہہ رہا ہے کہ کچھ میری راہ میں دو۔ تو وہ ضرور دیدیتے۔ کیونکہ وہ تو سارا بھی لے سکتا ہے۔ مگر بہت کم ہیں ایسے لوگ جو اس بات کو سوچتے اور خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ دو پیسے یا تین پیسے فی روپیہ چندہ مانگا جائے۔ تو شور مچا دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں۔ تم سے انجمن اپنے لئے نہیں کچھ مانگتی۔ بلکہ خدا کے لئے مانگتی ہے۔ اور جو کچھ تم سے لیا جاتا ہے وہ خدا کی راہ میں صرف ہوتا ہے۔ پس جس نے تمہیں ایک روپیہ دیا ہے۔ اس کے لئے اس میں سے تین پیسے لینا کہاں کی موت ہے۔ ایسا شخص سوچے کہ مجھے سوا پندرہ آنے جو مل گئے ہیں۔ کیا یہ کم ہیں۔ وہ اسپر کیوں گھبراتا ہے کہ مجھے تین پیسے دینے پڑے۔ اللہ تعالےٰ میں طاقت ہے اور وہ ایسا کر سکتا ہے کہ اُسکی آمدنی کم کردے۔ اور یہ بھی کر سکتا ہے کہ اپنے دین کے لئے کوئی اور سامان پیدا

کردے۔ پھر اپنے ہاتھ سے اسکی راہ میں کیوں نہ دیا جائے وہ تو اپنے لئے خود بھی کاٹ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سُنایا کرتے تھے۔ کہ ایک بادشاہ تھا۔ اس کا خرچ بہت بڑھ گیا۔ تو اس نے خرچ کے کم کرنے کے لئے کچھ نوکر موقوف کردئے۔ رات کو اس نے رؤیا دیکھی۔ کہ خزانوں کے دروازے کھلے ہیں۔ اور روپوؤں کی گاڑیاں بھر بھرکے جا رہی ہیں۔ اس نے پُوچھا تم کون ہو اور کیا کر رہے ہو۔ ایک نے کہا کہ ہم فرشتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ نے ہمیں کہا ہے۔ کہ ہم پہلے ان لوگوں کو اس شخص کی معرفت دیتے تھے۔ اب اس نے ان کو نکال دیا ہے اسلئے جہاں جہاں وہ جائیں۔ ان کے لئے وہیں پہنچاؤ اسلئے ہم یہ گاڑیاں بھر بھرکے جا رہے ہیں۔ اس نے صبح اٹھ کر تمام ملازمین کو واپس بُلا لیا ؛

تو خدا تعالےٰ اس رنگ میں بھی دلواتا ہے۔ جو لوگ خدا تعالےٰ کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ان کی آمدنیوں میں ترقی ہوتی ہے۔ مگر باوجود اسکے ہماری جماعت میں سے

ایک حصہ

ایسا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے رستہ میں خرچ کرنے سے غفلت کرتا ہے۔ اور غفلت کاہلی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سی غفلتیں اور سستیاں ہیں۔ اگر ہماری جماعت ان کو دور نہیں کریگی۔ تو اس کے لئے خوشی کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اول تو اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے کیا معنے ہیں۔ لیکن اگر وہی معنے ہیں۔ جو ہمنے سمجھے ہیں تو بھی ہماری جماعت کو بہت ڈرنا چاہیئے

اللہ تعالےٰ ہماری جماعت پر اپنا فضل کرے۔ اور اسکی سستی اور غفلت کو دور کر دے۔ کوتاہیوں اور کمزوریوں کو معاف فرما دے۔ وہ بہت بڑا بادشاہ ہے۔ ہم کمزور ہیں۔ وہ ہماری کمزوریوں کو دور کر دے۔ ہم ناطاقت ہیں۔ وہ ہماری ناطاقتی کا علاج کر دے۔ اور ہمیں اپنے انعامات کے قابل بنا دے۔ اور ہمیں کسی سال کا منتظر نہ بنائے کہ ہم دیکھتے رہیں۔ وہ کب آئیگا۔ بلکہ ہمارے اندر ایسا اخلاص اور ایسا تقوےٰ پیدا کر دے کہ ہمارے لئے ہر گھڑی اور ہر سال ہی مبارک ہو۔ اور ہمیں کسی خاص سال کے انتظار کی ضرورت نہ رہے۔ آمین ثم آمین ؛

انجمن ترقی اسلام کی تبلیغی کوششیں

ملک نائجیریا مغربی افریقہ میں

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بُنیاد

۱۲ تعلیمیافتہ اصحاب کی بیعت

ذیل میں اس قابل قدر مکتوب کا انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ جو کہ حال ہی میں ملک نائجیریا سے راقم الحروف کے نام آیا ہے۔ اور جو اڑھائی برس کی خط و کتابت کے بعد مبارک اور امید افزا خبروں کا حامل ہے۔ امید کہ وہ تمام لوگ جو حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے نُور سے دُنیا کے ہر ایک کونے کو روشن اور آسمان سے وقت پر اُترے ہوئے پانی سے ہر پیاسی رُوح کو سیراب ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں دلچسپی و محبت سے پڑھینگے۔ اور انجمن ترقی اسلام کی جس کے ماتحت اس قسم کی کوششیں سرسبز ہو رہی ہیں۔ اور جو ان کے اخراجات کی متحمل ہوتی ہے۔ بیش از پیش امداد فرمانے کی کوشش کرینگے۔ نیز اس گمنام و نالائق انسان کے لئے (جس سے باوجود ادنےٰ اور ناقابل ہونے کے مسیح موعود کا موعود بیٹا احمدیوں کا پیارا مطاع کام لے رہا ہے) دُعا کرینگے۔ خدا اس کی تبلیغی کوششوں میں برکت دے۔ اور اُسے مزید کامیابی کا تاج پہنائے

دُعاؤں کا خواستگار

عبدالرحیم

میرے پیارے بھائی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا دلچسپ محبت نامہ محررہ ۱۳ر مارچ ۱۹۱۶ء موصول ہُوا۔ اور اس کے مضمون کو بڑے غور کے ساتھ مطالعہ کیا۔ میں نہایت خوشی سے اعلان کرتا ہوں کہ ؛ سلسلہ احمدیہ کے متعلق پوری طرح غور و خوض سے کام لینے نیز دُعا اور استخارہ کرنے کے بعد میں نے اور میرے چند دوستوں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں شامل ہو جائیں۔ لہٰذا ہم نہایت مودبانہ ملتمس ہیں کہ ہماری اس درخواست کو حضرت خلافت مآب کے حضور پیش کر دیا جائے۔ اور تمام جماعت کو اس امر کی اطلاع پہنچا دی جائے ؛

اب جبکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت پر مجھے کامل یقین ہو چکا ہے۔ میں اس سلسلہ کی اشاعت میں انشاء اللہ کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرونگا۔ اور دیکھوں گا۔ کہ اگر تمام نہیں تو کم از کم نائجیریا کے بہت بڑے حصہ کا مذہب احمدیت ہو۔ انشاء اللہ۔

میں صدق دل سے یہ بھی ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اپنے رحم کو (کیونکہ میں مسیح موعود کی بعثت کو اللہ تعالےٰ کا رحم یقین کرتا ہوں) تمام دنیا پر پھیلا دیگا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنے مقدس مذہب کی خدمت کروں مگر میرے راستہ میں..... رکاوٹیں ہیں ؛

اب چونکہ میں احمدی ہو گیا ہوں۔ میں ایک منٹ کے لئے بھی گوارا نہیں کرتا۔ کہ قادیان میں حاضر ہو کر ضروری تعلیم دین حاصل کرنے سے باز رہوں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جو تعلیم میری زیر نگرانی ہے۔ وہ ابھی موزون و تسلی بخش حالت میں نہیں۔ اور نہ ہی کوئی میرا مددگار ہے۔ جو میری غیر حاضری میں قابل اطمینان طور پر اس درسگاہ کو چلا سکے ؛

بہر حال میں پُورے وثوق سے یقین رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ حالات بہت جلد ایسی تسلی بخش صورت اختیار کرینگے۔

میں جس کار عظیم کو اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ مجھے اس کی خدمت کے واسطے مسلح ہونے کا موقعہ مل سکیگا۔ مجھے یہ بھی تیقن ہے۔ کہ جب احمدی داعی اسلام نائجیریا میں پہونچیگا۔ تو ہم بہت کام کر سکیں گے۔ (انشاء اللہ)

میرے چند دوست جو میرے ساتھ سلسلہ حقہ میں داخل ہوتے ہیں۔ یہاں تک پُرجوش ہیں کہ وہ اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کرنے پر آمادہ ہیں۔ اور خواہش رکھتے ہیں کہ اگر پُورے وقت کے لئے نہیں۔ تو کم از کم اُتنے وقت کے لئے ہی جو فرائض منصبی سے فراغت کے بعد ان کو مل سکے انہیں بطور مشنری تیار کیا جائے۔

میں عرض پرداز ہوں کہ مجھے فارم ہائے بیعت کی ایک کافی تعداد نائجیریا میں استعمال کے لئے روانہ کیجائے + نیز میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ جو فہرست لف عریضہ ہذا ہے

اُسے حضرت خلافت مآب کے حضور پیش کر دیا جائے۔ جب آپ بیعت کے فارم بھیجینگے۔ تو ہم پھر اسکو پُر کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں روانہ کر دینگے *

اس خط کے جواب کا بڑے شوق سے انتظار کرتا ہؤا

میں ہوں

آپ کا بھائی

ایم۔ ایل۔ بی۔ آگسٹو

فہرست نومبائعین

(۱) ایم۔ ایل۔ بی آگسٹو۔ پرنسپل اسلامیہ سکول اور فارمیسیکل کیمسٹ
(۲) حاجی اسمٰعیل ابوبکر ڈیوس۔ جنرل مرچنٹ ٹیلیگرافسٹ
(۳) وآئی۔ اے حمید۔ اسسٹنٹ سکول ماسٹر گورنمنٹ مسلم اسکول
(۴) نورالدین سیدو۔ ٹیلیگرافسٹ۔
(۵) عبداللہ کہوکلو۔ جنرل مرچنٹ۔
(۶) قاسم۔ آر۔ ایمبوبی۔ کمرشل کلرک۔
(۷) اے۔ آر۔ بیلوگن۔ سرویر
(۸) اے۔ ٹی۔ ایڈلے۔ "
(۹) محمد بید سیتے۔ اے۔ فینسیوکون۔ مدرس اسلامیہ سکول
(۱۰) عبدالرحمٰن ابراہیم "
(۱۱) محمد بہلول آول۔ عہدہ دار گورنمنٹ۔
(۱۲) حسات عمر۔ ڈرافسمین سروے۔
(۱۳) اے۔ رے۔ یوسف۔ عہدہ دار ریلوے۔
(۱۴) حسات اے۔ بیرو۔ طالب علم کنگس کالج
(۱۵) ابوبکر۔ او۔ اگبا بیاکا " "
(۱۶) محمد اشفا النسوسی۔ " "
(۱۷) محمد بن یامین قاسم۔ متعلم ایکو ہائے اسکول
(۱۸) محمد جماعت عبدالسلام۔ متعلم گورنمنٹ مسلم اسکول
(۱۹) حساب دین محمد ایل آدال۔ متعلم اسلامیہ سکول
(۲۰) احمد تیجانی ایریو۔ صراف و زرگر
(۲۱) جنید یوسف۔ کمرشل کلرک۔

احباب دعا فرماویں کہ خدا تعالےٰ ہی ان بھائیوں کو استقامت عطا فرمائے۔ اور دوسرے لوگوں کو اسی چشمہ سے سیراب کرنے کی توفیق بخشے۔ جس سے یہ خود شیریں کام ہوئے ہیں *

سلسلہ عالیہ احمدیہ انگلستان میں

ذیل کی سطور لندن کے نامور اخبار ایوننگ ٹائمز ویسٹ جیمز گزٹ بابت ۲۳ اگست سے بدیں غرض ترجمہ کی جاتی ہیں کہ ہمارے ناظرین سلسلہ حقہ کے ساتھ اہل مغرب کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کو ملاحظہ کر کے ترقی اسلام کی امداد کے لئے کوشاں ہوں۔ ایڈیٹر

اہل لنڈن کیلئے تازہ مذہب

نئے مسیح کا ایک حواری بلومزبری میں

احمدیت۔ حضرت مسیح کی قبر سرینگر کشمیر میں

قاضی عبداللہ صاحب اسوقت بلومزبری میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ یوز آسف (مسیح موعود) کے چھ پیرو اس شہر میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اور ہندوستان میں تو انکی تعداد دہ لاکھ کے قریب بتائی جاتی ہے *

قاضی عبداللہ صاحب اور ان کے ہم مذہب لوگوں کا اعتقاد ہے کہ مسیح علیہ السلام ایک عظیم الشان نبی تھے جو صلیب پر مرے نہیں۔ بلکہ صرف ان پر غشی کی حالت طاری ہو گئی تھی۔ اور جس قبر میں وہ رکھے گئے اُس سے نکلکر افغانستان اور ہندوستان کی طرف چلے آئے۔ تاکہ بنی اسرائیل کی گم شدہ قوموں کو بھی منادی کریں۔ اور جب ان کا دنیاوی مشن پورا ہو گیا۔ تو مرنے کے بعد محلہ خانیار میں دفن کئے گئے۔ جو کشمیر میں ہے۔ وہاں اب تک وہ یوز آسف (یسوع گم شدہ بھیڑوں کا جمع کرنے والا) شہزادہ نبی اور نبی صاحب کے ناموں سے مشہور ہیں *

سلسلہ احمدیہ کے عقائد کا یہ ایک حصہ ہے جو اوپر بیان ہؤا *

مسیح کی آمد ثانی

قاضی عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ یوز آسف (یسوع مسیح) دوبارہ دُنیا میں آئے۔ اور ۷۸ سال ہندوستان میں رہ کر پھر خدا تعالےٰ کے پاس چلے گئے۔ وہ مرزا غلام احمدؑ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے وجود میں ظاہر ہوئے۔ وہ مئی ۱۹۰۸ء تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ قاضی صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) عیسائیوں کے لئے مسیح، مسلمانوں کے لئے مہدی، اور ہندوؤں کے لئے اوتار تھے۔ اکثر مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ مہدی تلوار لیکر آئے گا۔ اور جہاد کریگا۔ لیکن قاضی صاحب نے ایوننگ سٹنڈرڈ کے ایک نمائندے سے کہا۔ کہ ہم امام مہدی کو ایک ایسا شخص مانتے ہیں۔ جو صُلح کا شہزادہ ہو گا۔ ہمارے اور عیسائیوں کے اعتقاد میں صرف اتنا فرق ہے۔ کہ ہم مسیح علیہ السلام کے دُنیا میں دوبارہ بجسد عنصری آنے کے قائل نہیں۔ ہاں روحانی طور پر آنے کے قائل ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ یوز آسف کی قبر جو سری نگر میں ہے۔ وہی مسیح علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور کہ مرزا غلام احمدؑ کے آنے سے مسیح کی آمد ثانی بھی پوری ہو گئی۔ کسی شخص کا دوبارہ دُنیا میں آنا پہلے کی خوبو پر آنا ہوتا ہے۔ جسمانی لحاظ سے نہیں ہوتا *

کُتّے کے کاٹے کا یقینی علاج

مرزا صاحب ایک اعلےٰ درجہ کے مصنف تھے۔ آپ نے ستر کے قریب کتابیں لکھیں۔ اور آپ کی مشہور کتاب براہین احمدیہ میں ۳۰۰ دلائل حقیت اسلام کی تائید میں موجود ہیں۔ مرزا صاحب کے مُریدوں کا اعتقاد ہے۔ کہ وہ معجزے بھی بہت دکھاتے تھے۔ اور روحانی علاج کرتے تھے۔ قاضی صاحب ایک حیرت انگیز واقعہ سناتے ہیں کہ ایک نوجوان لڑکے کو دیوانے کُتّے نے کاٹ کھایا شملے میں بڑی احتیاط سے علاج کرایا گیا۔ مگر کچھ آرام نہ ہؤا۔ ایسی حالت میں ڈاکٹر سوائے اس کے کچھ نہ کر سکتے تھے کہ کوئی جلدی جان نکالنے والی دوائی پلا دیتے۔ تب مرزا صاحب نے جناب الٰہی میں دُعا کی۔ اور آپ کی دُعا سے وہ لڑکا بھلا چنگا ہو گیا۔ اور اب تک تندرست اور زندہ موجود ہے *

تمام ہادیان دین پر ایمان۔

سلسلہ احمدیہ کی تعلیم بہت ہی سیدھی سادھی اور نہایت اعلیٰ ہے۔ احمدی لوگ بر ہما کیفنوشس

زرتشت رام اور کرشن سب کو نبی مانتے۔ اور خدا کو واحد جانتے ہیں۔ اور جیسا کہ قاضی صاحب فرماتے ہیں۔ مذہب کا مدعا یہ ہے۔ کہ ہم خدا کو پہچانیں۔ اور اسکو اسکی صفات کے ساتھ مانیں۔ تاکہ ہمیں اس سے محبت پیدا ہو۔ اور ہم ترک معاصی کریں۔ اور گناہوں کے پنجے سے مخلصی پائیں۔

ڈاکٹر ڈوئی سے مقابلہ

لیکن احمدیت کا اثر بھی بڑا زبردست ہے۔ جب ڈاکٹر ڈوئی نے الیاس ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور کہا کہ اگر تمام مسلمان صلیب کے آگے تسلیم خم نہ کرینگے۔ تو میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ وہ سب ہلاک ہو جائینگے۔ اسپر احمدؐ (علیہ السلام) نے اسکو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اور کہا کہ تم تو مسلمانوں کی موت چاہتے ہو۔ آؤ ہم دونو دعا کریں۔ تم اپنے خداوند سے دعا کرو۔ اور میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے۔ وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے۔ لیکن ڈوئی نے اس چیلنج کو منظور نہیں کیا۔ ہاں شکاگو کے اخبارات میں یہ مشتہر کرا دیا۔ کہ وہ یعنی احمدؐ (نعوذ باللہ) ایک کیڑے کی مانند ہے۔ اگر میں اسپر اپنا پاؤں رکھ دوں۔ تو وہ کچلا جائیگا۔

ڈوئی کیوں مر گیا؟

یہ بات احمدؐ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو پسند نہ آئی۔ آپنے ارادہ کر لیا۔ کہ جو سزا اُس کے لئے تجویز ہو چکی ہے۔ وہ اس سے بچکر نہ جاوے۔ چنانچہ آپ نے مغرب کے جھوٹے نبی کو لکھا کہ اب خواہ تم چیلنج منظور کرو یا نہ کرو۔ تم میری زندگی میں ہی دکھ اور عذاب کی موت سے مروگے۔ ...... اور آخرش یہی ہوا کہ احمدؐ جیت گیا۔

جلسہ سالانہ پر حصول ثواب کا نادر موقعہ

برادران سلمکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرے لئے یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں ایک قومی تحریک کے لئے آپ کو مخاطب کرتا ہوں۔ اور میں خداوند تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس حکیم و علیم نے پہلی ہی مرتبہ مجھے ایک ایسی تحریک کرنے کا موقعہ دیا ہے جس میں حصہ لینا گویا مذ المسیح کی رونق کو بڑھانا۔ وعدۂ الٰہی یاتیک من کل فج عمیق و یاتون من کل فج عمیق کی شان کو بلند کرنا اور

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

کی بشارت کو عملی لباس پہنانا ہے یعنی یہ کہ میں آپ کو پورے زور اور تاکید کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے قائم کردہ

جلسہ سالانہ

میں شریک ہونے کی دعوت کرتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ آپ میری صدا پر لبیک کہینگے۔

شرکت جلسہ کے لئے سب سے اول تو میں یہ عرض کروں گا کہ آپ نہ صرف خود تشریف لائیں۔ بلکہ اپنے غیر مسلم۔ غیر احمدی یا غیر مبائع احباب کو بھی ساتھ لانے کی کوشش فرماویں۔ لاعٔ کوئی انجمن ایسی نہ رہے۔ جس کے قائم مقام شریک جلسہ نہ ہو سکیں۔ دوئم۔ آپ اخراجات جلسہ میں حصہ لیں۔ جس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ آپ اخراجات جلسہ میں نقد مدد دیں۔ دوسری یہ کہ جلسہ پر خرچ ہونیوالی اجناس میں سے کوئی ایک پوری یا اس کا کوئی حصہ فراہم کریں۔ سال گذشتہ کل اخراجات سالانہ ۳۸۶۲ روپیہ تھے اتنی رقم کے قریب اب کے خرچ ہو گا۔ مگر احباب اگر کوشش فرماویں۔ اور فراہمی اجناس میں سعی بلیغ کریں تو میں اُمید کرتا ہوں کہ اخراجات میں کافی تخفیف ہو سکتی ہے۔ جن اجناس کی جلسہ پر ضرورت ہوگی۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

نمک ۵ من ۳۰ سیر۔ دال نخود ۵ من ۳۸ سیر۔ مصالحہ قیمتی عہ۵۲ ۔ چاول باریک ۵ من ۲۴ سیر۔ لکڑی قیمتی ساعہ ۳۳۲ ۔ گھی ۷ من ۳۲ سیر۔ دال ماش ۱۴ من ۵ سیر۔ کپیسر قیمتی لعہ ۱۱ ۔ ادرک قیمتی ۱۱ تیل مٹی طہ ۵۲ ۔ دال مسور ۷ من۔ پیاز ۱۱ من ۱۱ ۔

دوستو! میں امید کرتا ہوں کہ آپ میری درخواست کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ اور جہاں تک آپ سے ہو سکیگا۔ میرا ہاتھ بٹا کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

میرے احمدی بھائیو! سنو خدا کے وعدے سچے ہیں۔ خدا کے کام ہو کر رہینگے۔ مگر بد قسمت ہیں وہ جو باوجود خدمت کا موقعہ ملنے کے ثواب نہ کمائیں۔ ہاں خوش قسمت ہیں آپ جن کو اللہ تعالےٰ خدمات دین کی توفیق دیتا ہے پس تمہارے لئے ایک اور موقعہ حصول ثواب کا ہے۔ اس سے کم و بیش ضرور حصہ لو۔ اور شرکت جلسہ کی محولہ بالا اغراض کو پورا کرو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ والسلام

خاکسار مرزا شریف احمد
سکرٹری مجلس ناظم جلسہ سالانہ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسمہٗ احمد کے متعلق

مولوی محمد علی صاحب کے اعلان کا جواب

(از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

پچھلے دسمبر کے جلسہ پر میں نے ایک تقریر کی تھی اور اس میں اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کے متعلق بیان کیا تھا کہ بلحاظ نام کے یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے۔ گو صفت احمدیت کے اول اور اکمل مظہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس دعوے کے متعلق علماء فضلاء کی جماعت کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار کرنے اور کسی کے ان کا جواب دینے اور ان کے خلاف ثابت کرنے میں کامیاب ہونے کی صورت میں انعام دینے پر آمادگی ظاہر کی تھی سوال تو یہ پرانا تھا اور مدت سے اس کے متعلق بحث ہو رہی تھی لیکن اس وقت تک مقابلہ کے لئے کوئی نہ آیا تھا۔ یا کم سے کم ایسی بددلی اور کمزوری سے کوئی آواز اٹھائی گئی ہوگی جس کی خبر مجھے نہیں ہوئی۔ مگر الحمد للہ کہ انعام کا اعلان ہوتے ہی کئی طرف سے مقابلہ کی خواہش کا اظہار ہونے لگا ہے خدا کرے اس جوش کا کوئی نتیجہ برآمد ہو اور سعادتمند طبائع کو حق کے سمجھنے کا موقعہ ملے گو میں ڈرتا ہوں کہ پہلے کی طرح یہ جوش کچھ دنوں میں خود بخود نہ بیٹھ جائے اسوقت تک جن لوگوں نے اس مبحث پر گفتگو کی خواہش ظاہر کی ہے وہ مولوی محمد علی صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث اور مُلّا محمد بخش صاحب لاہوری ہیں شاید کوئی اور صاحب بھی ہوں مگر مجھے اسوقت تک صرف انہی تین کے متعلق علم ہوا ہے چونکہ ہر ایک شخص کے ساتھ بحث کرنا خالی از دقت نہیں اسلئے بہتر ہے کہ یہ تینوں صاحب اپنے میں سے ایک شخص کو چن لیں اور وہ بحث کرے دوسرے صاحب دلائل کے مہیا کرنے میں اس کو مدد دے سکتے ہیں۔ اور اس مسئلہ کے متعلق ان تینوں صاحبوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ اسلئے اسمیں ان کا جمع ہو جانا ان کے لئے کسی مشکل کا باعث بھی نہیں ہو سکتا لیکن اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ رسول کریم صلعم کا احمدؐ نام ہونے کے متعلق مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقا، کو غیر احمدیوں سے بہت زیادہ جوش ہے اور وہی اس کو بار بار پبلک میں پیش کرتے ہیں۔ اگر ان کی خواہش ہو تو میں ان سے الگ گفتگو کر لینی بھی منظور کر لیتا ہوں باقی دونوں آپس میں فیصلہ کر کے اپنے میں سے ایک کو اس کام کے لئے چن لیں اور جب تک وہ آپسمیں گفتگو کر کے کسی نتیجہ پر پہنچیں۔ اس بات کو فرض کر کے کہ مولوی محمد علی صاحب اپنے ان دونوں ہمخیالوں سے علیحدہ مجھ سے گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ میں ان کے اعلان کا جواب دینے کی طرف توجہ کرتا ہوں۔

مولوی صاحب موصوف اپنے جوش میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے اپنے اعلان کا ہیڈنگ "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اور اسکا جواب" رکھا ہے یہ فقرہ جیسا دل شکن اور دل سوز ہے۔ اسکو وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے بحث تو اس بات میں ہے کہ اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کس پر چسپاں ہوتی ہے اور یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہے یا نہیں؟ اور ہیڈنگ یہ رکھا جاتا ہے کہ "احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اور اسکا جواب"۔ کیا اس ہیڈنگ میں مجھے اور میرے ہمخیالوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر نہیں قرار دیا گیا؟ کیا یہ درست ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو احمد نہیں مانتے۔ میں نے تو بارہا لکھا ہے کہ صفت احمدیت کے لحاظ سے اور صفت ہی قابل تعریف شے ہوتی ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے احمد ہیں پھر اس دعویٰ کی موجودگی میں یہ ہیڈنگ کہاں تک راستی پر مبنی ہے مولوی محمد علی صاحب اس بات کو یاد رکھیں کہ ایک دن موت کا پیالہ انکو پینا پڑیگا اور یہ طریق کلام خدا تعالےٰ کے سامنے پیش نہ جائیگا۔ آخر کچھ تو خدا تعالےٰ کے خوف سے بھی کام لینا چاہئے۔ اس دیدہ دلیری کا انجام کبھی اچھا نہ ہوگا۔ آپ جس شخص پر یہ حملہ کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت رکھتا ہے کہ اگر اس کا عشر عشیر بھی آپ کو نصیب ہوتا تو آپکی نگاہ اس دنیا سے اٹھکر واحد و قہار خدا کی طرف چلی جاتی اور یہ دنیا آپ کی نگاہوں میں حقیر نظر آنے لگتی۔ اور آپ کے دل پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے انوار کے دروازے کھولے جاتے کہ اس قسم کی تحریرات کی آپکو کبھی جرأت نہ ہوتی۔ محمد رسول اللہ میرے دل میں اور میری آنکھوں میں اور میرے سر میں سمایا ہوا ہے اور مخلوق میں سے مجھے اس کے برابر کوئی پیارا نہیں۔ اگر مسیح موعود سے بھی مجھے پیار ہے تو اسلئے کہ وہ اس کے خدام میں سے ایک خادم ہے اور اسکے پیاروں میں سے ایک پیارا ہے ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمّرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

افسوس! کہ آپ نے جوش میں آکر ایک ایسا دل آزار حملہ مجھ پر اور میری جماعت پر کیا ہے جس کا جواب میں نہیں دے سکتا بلکہ وہی دیگا جو میرے دل کا حال جاننے والا ہے۔ اور جو میری اس محبت سے اور اس عشق سے واقف ہے جو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اس ایمان سے آگاہ ہے جو مجھے اسکی صداقت پر ہے۔

آپ کے اس ظالمانہ حملہ کا جواب دینے

کے بعد میں آپ کے اعلان کی دوسری باتوں کا جواب دیتا ہوں۔ پیغام صلح کے ایڈیٹر کی حمایت میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میرے اعلان میں صاف لکھا ہے کہ میں علماء و فضلا کے سامنے اپنے دلائل سنانے کے لئے تیار ہوں ایسے شخص کے لئے انعام بھی مقرر کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جو میرے دلائل کا جواب دے اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے آنحضرت صلعم کا نام احمد ثابت کر دے اور اگر نشانات احمد موعود کو آپ پر چسپاں کر دے اور یہ ثابت کر دے کہ یہ پیشگوئی آپ نے اپنے وجود پر چسپاں کی ہے تو میں اسے انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔ جس کا صاف یہی مطلب ہے کہ علماء و فضلاء میں سے اگر کوئی ایسا کرے ورنہ ہر ایک شخص اس کام کے لئے کھڑا ہو جائے تو میں اس سے کہاں بحث کر سکتا ہوں۔ اسقدر وسعت کو تو عقل بھی تسلیم نہیں کر سکتی۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے آپ بھی ایڈیٹر پیغام کو علماء کے گروہ میں تو شامل نہ کرتے ہونگے۔

آپ نے اپنے مضمون میں ”تعجب“ ظاہر کیا ہے کہ کبھی تو مسیحیوں کے مقابلہ میں ہم کہا کرتے تھے کہ فارقلیط کی پیشگوئی احمد مجتبےٰ کے آنے سے پوری ہوئی۔ لیکن اب ”مسلمان کہلانیوالے لوگوں میں سے ایک گروہ ایسا کھڑا ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احمد ہونے سے انکار کرتا ہوا اس پیشگوئی کے ذات پاک نبوی کے حق میں ہونے سے انکار کرتا ہے“ سنیئے یہ تعجب آپکا بالکل بیجا ہے اور اگر آپ اپنی عادت دیرینہ کے مطابق جس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح اول بارہا فرمایا کرتے تھے۔ طیش میں آ کر اپنے گرد و پیش کی سب چیزوں سے آنکھیں بند نہ کر لیتے تو آپکو اس تعجب کے اظہار کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔ کیونکہ میں فارقلیط والی پیشگوئی کا مصداق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مانتا ہوں اور اس کا اعلان کر چکا ہوں جس لیکچر کا جواب دینے کے لئے آپ کھڑے ہوئے ہیں۔ اسی میں لکھا ہے کہ فارقلیط سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہی ہیں۔ پھر آپ کا ان واقعات کی موجودگی میں یہ کہنا بلکہ مختلف اخبارات میں شائع کرنا کہ ”آج کسقدر رونے کا مقام ہے کہ مسلمان کہلانے والوں میں سے ایک گروہ پیدا ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احمد ہونے سے انکار کرتا ہوا اس پیشگوئی کے ذات پاک نبوی کے حق میں ہونے سے انکار کرتا ہے“ کسطرح جائز ہو سکتا ہے۔ دیکھیئے میں نے تو لکھا ہے ”سو اسکا جواب یہ ہے کہ فارقلیط کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی ہے۔ اور ہمارے نزدیک آپ ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں لیکن ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اگر فارقلیط کے معنے احمد نہ کئے جائیں تو یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں نہیں ہوتی۔ بلکہ ہمارے نزدیک بہر حال یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتی ہے۔ اور جو لوگ فارقلیط کے معنے احمد کر کے اس پیشگوئی کا مصداق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بناتے ہیں تو وہ اپنا پہلو کمزور بناتے ہیں کیونکہ احمد ترجمہ پیریکلیوطاس کا کیا جاتا ہے حالانکہ موجودہ یونانی نسخوں میں لفظ پیریکلیطاس کا ہے پس جبکہ وہ لفظ جس سے احمد کے معنے نکالے جاتے ہیں موجودہ اناجیل میں ہے ہی نہیں۔ اور پہلے زمانہ کے متعلق بحث ہے کہ آیا ایسا تھا یا نہیں تو ایسے لفظ پر استدلال کی بنیاد جبکہ اور شواہد اس کے ساتھ نہ ہوں نہایت کمزور بات ہے“ انوار خلافت صفحہ ۲۵-۲۶- اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ فارقلیط والی پیشگوئی کا مصداق ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں

اگر آپ کہیں کہ ہمارا صرف یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہونے سے انکار کرنے کا لازمی نتیجہ یہ نکلیگا کہ فارقلیط والی پیشگوئی کا آپ کو مصداق نہ قرار دیا جائے تو یہ دعویٰ بھی آپکا باطل ہوگا کیونکہ فارقلیط کا ترجمہ احمد کر کے اس پیشگوئی کو رسول کریم پر چسپاں کرنا ایک کمزور پہلو ہے اور تاریخی شہادت اسکی تائید میں نہیں اور فارقلیط عبرانی لفظ ہے جس کے معنے احمد کے نہیں ہیں۔ پس اس پیشگوئی کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ دونوں پیشگوئیاں الگ الگ ہیں۔ مسیح موعود کی پیشگوئی انجیل میں فارقلیط والی پیشگوئی کے علاوہ ہے اور اسمہ احمد والی پیشگوئی میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ مولوی صاحب! مسیحیوں کی طرفداری کرنے کا اعتراض ہم پر نہیں بلکہ آپ پر پڑتا ہے مسیحیوں کو آپ کا احمد نام ہونے سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ان کی کس کتاب میں احمد لفظ آیا ہے کہ وہ آپ کے اس نام سے گھبراتے۔ ہاں محمد نام ان کی کتب میں موجود ہے اور اسکو مٹانے کی ابتک ناکام کوشش بعض پادری کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ان کے بعض نئے معترضین نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اصل نام احمد تھا۔ محمد مسلمانوں نے بعد میں بنا لیا ہے پس مولوی صاحب مسیحی محمد نام سے چڑتے ہیں نہ احمد نام سے۔ اور جو لوگ اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد رکھا گیا تھا دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ مسیحیوں کی تائید کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کی صاف آنکھ میں تنکا دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر انکو نظر نہیں آتا۔

ان متفرق اعتراضات کا جواب دینے کے بعد میں مباحثہ کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کا جواب لکھتا ہوں اسکے متعلق تین باتیں قابل تصفیہ ہیں۔ ۱۔ انعام ۲۔ شرائط ۳۔ مضمون

انعام کے متعلق آپ نے تحریر کیا ہے کہ ایک روپیہ فی مرید کے حساب سے پانچ لاکھ بنتا ہے مگر خیر دس ہزار ہی سہی لیکن یہ نہیں لکھا کہ یہ فی راس ٹیکس کی تعیین آپ نے کہاں سے نکالی ہے۔ کیا میرے اعلان میں اسکا کہیں ذکر ہے انعام دینے والا میں ہوں اور انعام وہی ہو سکتا ہے جو میں دے سکوں۔ آپکی رضا اگر اسمیں مطلوب ہے تو صرف اس لئے کہ کیا اسقدر انعام پر آپ اس بحث میں شامل ہونے کے لئے تیار ہیں یا نہیں ورنہ انعام کی تعیین تو انعام دینے والے کی طاقت پر ہوگی حضرت مسیح موعود نے آخری انعام چشمہ معرفت میں مقرر کیا ہے (اور اسوقت آپ اپنے مریدوں کی تعداد پانچ لاکھ بتایا کرتے تھے بلکہ آپ خود بھی یہی ظاہر کرتے رہے ہیں) اور وہ دس ہزار روپیہ کی جائداد یا ایک ہزار روپیہ نقد ہے۔ میں اس کا نصف آپ کے لئے انعام مقرر کر سکتا ہوں۔ کیونکہ اسوقت کے بعد اس جائداد کی قیمت بڑھ گئی ہے اور اصل جائداد کے قریباً چوتھے حصہ کا میں مالک ہوں پس اگر آپ اس انعام پر رضامند ہوں تو میں اسکا اعلان کرتا ہوں دونوں انعامات میں سے جو چاہیں اسکے لئے میں انتظام کردوں سب امور متعلقہ کے فیصلہ ہو جانے اور ان کے تحریر میں آجانے پر دونوں صورتوں میں سے جو آپکو پسند ہو اسکا انتظام کر دیا جائے گا۔ اگر نقد پسند کریں تو پانچسو روپیہ جس بنک میں کہیں جمع کروا دوں گا۔ جائداد کہیں تو اسکی تعیین کر کے اقرار نامہ کسی امین کے سپرد کر دونگا۔ کیا ہی اچھا ہو۔ کہ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے نبی کے آنے کے جواز کے متعلق کہ جو صاحب شریعت جدیدہ نہ ہو اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے نبی ہوا ہو گفتگو ہو جائے اور اس کے لئے بھی میں پانچسو روپیہ انعام مقرر کرتا ہوں شرائط مباحثہ وہی ہونگی جو اس مباحثہ میں ہونگی۔ اور اس مباحثہ کے بعد اسکو رکھا جائے گا۔ تا ایسا نہ ہو کہ اسکے متعلق ضروری امور کا فیصلہ کرتے ہوئے اسمہ احمد کی بحث میں بھی رکاوٹ پیدا ہو جائے۔

دوسرا امر قابل غور شرائط بحث کا ہے اسکے متعلق مجھے یہ بات منظور ہے کہ دو پرچے اس مسئلہ کے متعلق لکھے جائیں۔ ایک پرچہ میں لکھوں اس مسئلہ کے ان پہلوؤں کے متعلق جنکا بار ثبوت مجھ پر ہے اور ایک پرچہ آپ لکھیں اس مسئلہ کے ان پہلوؤں کے متعلق جنکا ثبوت دینا آپکے ذمہ ہے اور پہلے دن وہ دونوں پرچے باری باری سنا دیئے جائیں اور ایک ایک نقل ہر فریق دوسرے فریق کو دیدے پھر ہر فریق دوسرے فریق کے پرچہ کا جواب لکھکر لائے اور ایک دن وہ سنا دیئے جائیں اور پہلے پرچہ کی طرح ایک ایک مصدقہ نقل پھر ہر ایک فریق دوسرے کو دیدے اور تیسرے اجلاس میں جواب الجواب ہو جائے۔ اس جواب الجواب کے پرچہ کے متعلق شرط ہوگی۔ کہ اسمیں کوئی نئی دلیل نہ دی جائے گی۔ بلکہ صرف فریق مخالف کے اعتراضات کا جواب ہوگا۔

یہ بھی مجھے منظور ہے کہ اس بحث کے فیصلہ کے لئے کچھ ثالث مقرر کئے جائیں جنکی تعداد وتر ہونی چاہئے یا سات ہوں یا نو ہوں۔ سات بہتر ہیں دو آپ اپنے ہمخیالوں میں سے مقرر کریں اور دو میں اپنے ہمخیالوں میں سے مقرر کر دونگا۔ اور تین آدمی غیر لئے جائیں لیکن مجھے یہ بات کسی صورت سے بھی منظور نہیں کہ وہ غیر احمدیوں میں سے لئے جائیں کیونکہ اس مسئلہ میں وہ بھی آپ کے ہم عقیدہ ہیں۔ اور ان میں سے تین آدمی مقرر کر دینے کے یہ معنی ہونگے کہ پانچ آدمی آپ کی طرف سے ہوں اور دو ہماری طرف سے ہوں پس یہ صورت مجھے منظور نہیں جو غیر آدمی شامل کئے جائیں وہ ایسے ہونے چاہئیں کہ جنکا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں مثلاً ہنود یا یہود یا سکھوں میں سے ہیں یہ نہیں کہتا کہ غیر احمدیوں میں قابل اعتبار آدمی نہیں ہیں۔ ضرور ہیں لیکن چونکہ اس فیصلہ کا اثر خود ان کے مذہب پر پڑتا ہے اسلئے ان کے خیالات کا میلان ایک خاص طرف ہوگا۔ پس ان کو فیصلہ کنندوں میں شامل نہیں کیا جا سکتا اگر صرف حضرت صاحب کی کتب سے بحث ہوتی تو بھی ان کو حکم بنایا جا سکتا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں ہماری بحث کا اثر ان کے عقائد پر نہیں پڑ سکتا تھا۔ لیکن موجودہ بحث میں قرآن وحدیث دلائل کا بڑا رکن ہونگے اور غیر احمدی ججوں کے لئے ایسی بحث میں اپنے عقائد کے خلاف فیصلہ دینا اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔

پس دونوں فریقوں کے قائم مقاموں کے علاوہ باقی تین جج کسی ایسے مذہب میں سے ہونگے جنکا اس مسئلہ کی دونوں صورتوں سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ان ججوں کے لئے یہ بھی ضروری ہوگا۔ کہ وہ جلسہ کے شروع ہونے سے پہلے اپنے اپنے مذہب کے مطابق حلف اٹھائیں کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ دینگے اور فیصلہ میں صرف فریقین کے دلائل کا موازنہ کرینگے اور ان کے خیالات کا اسمیں کوئی دخل نہ ہوگا۔ اور فیصلہ لکھتے وقت بھی ان کو اسی طرح قسم کھانی ہوگی جس طرح لعان کے متعلق قرآن کریم میں بیان ہے۔ اور اسی طرز پر قسم تحریر کر کے پھر آگے فیصلہ لکھنا ہوگا۔ اور یہی طریق فیصلہ حضرت مسیح موعود نے بھی مقرر فرمایا ہے۔ اس کے بغیر ہم ایک مذہبی مسئلہ کا فیصلہ جس میں ذرہ سی بے احتیاطی بعض لوگوں کے لئے موجب ابتلاء ہو سکتی ہے چند آدمیوں کے ہاتھوں میں نہیں دے سکتے۔

شرائط مباحثہ میں سے ایک یہ بھی شرط ہوگی کہ دوسرے پرچہ جو جواب کے ہوں گے ان کے بعد جج دونوں فریق کو ان تمام ضروری امور کے متعلق جنکا جواب پرچہ جواب میں نہیں آیا لکھ کر دینگے اور اس میں دوسرے لوگ

بھی ان کو مدد دے سکتے ہیں۔ مجیب مجبور ہوگا کہ ان باتوں کا جواب لکھ کرتے اور یہ جواب بھی پرچہ دوم کے ضمیمہ کے طور پر جلسہ میں سنائے جائیں گے۔ اور اس کے بعد جواب الجواب کا پرچہ لکھا جائے گا۔ گو اس طرح ممکن ہے بحث میں ایک دن بڑھ جائے لیکن اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ کسی فریق کو مصلحتاً ضروری مسائل پر سے خاموشی کے ساتھ گزر جانے کا موقعہ نہ ملے گا۔ اور بحث مکمل ہو جائیگی۔

مقام بحث کا فیصلہ بھی شرائط مباحثہ میں سے ہی سمجھنا چاہئے۔ اسکے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ گو میرے اعلان سے ہرگز ثابت نہیں کہ یہ جلسہ قادیان سے باہر ہو کیونکہ انعام مقرر کرنے والا جس جگہ کا باشندہ ہو۔ وہی مقام بحث بھی سمجھا جائیگا۔ مگر چونکہ آپ شائد یہاں آنا پسند نہ کریں۔ میں مقام بحث امرت سر تجویز کرتا ہوں۔ جو کہ دونوں فریق کے لئے یکساں ہے کارروائی جلسہ کا مع فیصلہ ججاں بلا مزید نوٹوں کے شائع کیا جانا بھی مجھے منظور ہے۔

اجازت جلسہ کے لئے طرفین کو درخواست دینی ہوگی۔ داخلہ ٹکٹوں کے ذریعہ ہوگا میرے نزدیک تین تین سو ٹکٹ کافی ہیں۔ ہر فریق اپنے اپنے ہمراہیوں کے امن کا ذمّہ دار ہوگا

تیسرا امر جو قابل تصفیہ ہے۔ وہ مضمون بحث ہے۔ اس کے لئے میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں۔ کہ چونکہ انعام دینے والا میں ہوں۔ موضوع بحث کا تجویز کرنا بھی میرا کام ہے۔ کیونکہ انعام جس بات کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اگر اسکے علاوہ کسی اور بات پر بحث کی جائے۔ یا اس کے بعض حصص کو چھوڑ دیا جائے۔ تو انعام کا کوئی شخص حقدار نہیں رہتا۔ میں نے جن الفاظ میں انعام کا اعلان کیا ہے۔ ان کو ذیل میں پھر نقل کرتا ہوں "حتی کہ میں انعام رکھنے کے لئے بھی تیار ہوں۔ اور اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے۔ اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت کر دے۔ کہ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام تھا۔ نہ کہ صفت۔ اور یہ کہ جو نشانات احمد کے قرآن کریم میں آئے ہیں۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپان ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی اپنے اوپر چسپان فرمائی ہے تو میں ایسے شخص کو ایک مقرر تاوان جو فریقین کو منظور ہو۔ دینے کے لئے تیار ہوں" اس عبارت سے ظاہر ہے کہ امور بحث مفصلہ ذیل ہیں:۔

میرے ذمّہ یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ اسمہ احمد والی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔

فریق مخالف کے ذمّہ۔

(۱) قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت کرنا۔ کہ احمد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام تھا نہ کہ صفت۔

(۲) جو نشانات قرآن کریم میں احمد موعود کے آئے ہیں۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپان ہوتے ہیں۔

(۳) یہ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی اپنے اوپر چسپان فرمائی ہے۔

پس پہلے دونوں پرچے انہی امور کے متعلق ہونے چاہئیں۔ اور ان میں سے کوئی بات کم کرنے یا زیادہ کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہوگی۔ آپ انہی الفاظ کو جو میرے اعلان میں ہیں شائع کر دیں کہ میں ان پر گفتگو کرنے کے لئے تیار ہوں تو مضمون بحث کے متعلق بھی اور کوئی جھگڑا نہیں رہ جاتا +